دفاع
ملت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
رفع الالتباس عن ملة من جعله الله اماما للناس
مؤلف: جہیمان بن محمد العتیبی
اردو ترجمہ: مدثر احمد بن محمد ارشد لودھی

دفاع

ملت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

رفع الالتباس عن ملة من جعله الله اماما للناس

مؤلف: جہیمان بن محمد العتیبی رحمہ اللہ

اردو ترجمہ: مدثر احمد بن محمد ارشد لودھی حفظہ اللہ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

website : http://www.muwahideen.tk

Email : info@muwahideen.tk

عنوانات

مقدمہ

منہج کتاب وسنت

تمام تعریف اللہ کے لئے خاص ہے جو گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا۔سخت عذاب، کشادگی کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے، اللہ کی آیات میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، سوائے نبی آپ کو ان کا شہروں میں گھومنا پھرنا دھوکے میں نہ ڈالے، ان سے پہلے قوم نوح تکذیب کر چکے، اوران کے بعد بہت سی جماعتیں، ہر امت نے ہی اپنے رسول کو پکڑ لینا چاہا اور وہ باطل کے ذریعے جھگڑے کرتے رہے تا کہ اس کے ذریعے حق کو دبا دیں پس میں نے انہیں پکڑ لیا تو کیسا رہا انجام۔[سورۃ الغافر:۳-۵]

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں جنہوں نے فرمایا ہے[**ترکت فیکم امرین لم تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض**] ''میں تم میں دو امر (حکم) چھوڑ رہا ہو جب تک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور میری سنت اور یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے حتی کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے''۔ [مستدرک حاکم بسند صحیح]

ہم نے ارادہ کیا کہ ان دو اصلوں کو مضبوط پکڑنے کے متعلق اپنا منہج بیان کر دیں۔جنہیں مضبوط پکڑنے والوں کو گمراہ نہ ہونے کی ضمانت دی گئی ہے، اور ساتھ ہی اپنے اس منہج پر انہی دو (کتاب وسنت) سے دلائل بھی ذکر کر دیں، نیز انہیں مضبوط پکڑنے کا دعویٰ کرنے والی اکثریت کی کوتاہی بھی بیان کر دیں، ہم صرف تین جماعتوں کا تذکرہ کریں گے جو ہماری رائے کے مطابق کتاب وسنت کے ساتھ تمسک کا دعویٰ کرنے والی جماعتوں میں سب سے زیادہ قریب ہیں۔

ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ انہیں ان لوگوں شامل فرمائے جو قول سننے کے بعد اس کے اچھے

For more books visit our website : http://www.muwahideen.tk

پہلو کی اتباع کرتے ہیں۔اور یہ کہ لوگوں میں ان کا مقام ومرتبہ انہیں اس اتباع سے نہ روکے اور یہ کہ انہیں اس طرح کی توفیق دی جائے جس طرح عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو توفیق دی گئی (انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق کو قبول کرلیا جبکہ وہ جانتے تھے کہ ایسا کرنے پر ان کی قوم ان کی اچھائیاں برائیوں میں بدل دے گی ،اور وہ لوگوں میں اپنا مقام ومرتبہ کھو بیٹھیں گے۔جیسا کہ صحیح بخاری میں ان کے اسلام لانے کا قصہ موجود ہے جس میں ہے کہ: ''انہوں نے کہا یا رسول اللہ یہودی قوم بہت ہی بہتان تراش ہے اور جب انہیں میرے اسلام لانے کے خبر ہوگی تو وہ مجھ پر بہت بہتان باندھیں گے ،یہودی آئے نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''تم میں عبداللہ بن سلام کیسا آدمی ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''ہم میں سب سے بہتر اور ہم میں سب سے بہتر کا بیٹا،اور ہمارا سردار اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر عبداللہ بن سلام اسلام لے آئیں پھر تمہاری کیا رائے ہے؟'' وہ کہنے لگے: ''اللہ انہیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے''۔اچانک عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نکل آئے اور کہنے لگے ''**اشھد ان لاالٰہ الااللہ واشھدان محمدا رسول اللہ** ''اب وہ کہنے لگے ہم میں سب سے برا اور ہم میں سب سے برے کا بیٹا ،اور پھر اس کی شان میں تنقیص کرنے لگے۔عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے کہا یارسول اللہ میں اسی بات سے ڈرتا تھا)اور یہ کہ انہیں اس شیطان کی دخل اندازیوں سے بھی بچا کے رکھے جو بعض علماء اور داعیان دین کو ان کے تابعداروں کی کثرت کے دھوکے میں مبتلا کر دیتا ہے ہم نے انہیں دیکھا ہے کہ اسلام جو کہ ۷۰ (ستر) سے زائد شعبے رکھتا ہے،وہ اس کے کسی ایک پہلو کو اختیار کر لیتے ہیں،مثلاً کوئی صرف بیس (۲۰) شعبہ جات لے لیتا ہے انہی پر سختی سے کاربند ہو جاتا ہے اور ان کے مخالفین کا رد کرتا ہے اور پھر کچھ اس کے دوست اور کچھ اس کے دشمن بن جاتے ہیں،لیکن بسا اوقات وہ اصل شعبے تک سے محروم رہتا ہے خود بھی دھوکے میں رہتا ہے دوسروں کو بھی دھوکے میں رکھتا ہے اور وہ خود اور دیگر لوگ سمجھتے یہ ہیں کہ وہ اسلام کو قائم کررہے ہیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [**انه لا یقوم بدین اللہ الا من حاطه من جمیع جوانبه**] ''یقیناً اللہ کا دین وہی قائم کرسکتا ہے جو اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرے''۔اس حدیث کو امام حاکم ،امام ابونعیم اور امام بیہقی نے دلائل میں روایت کیا ہے

For more books visit our website : http://www.muwahideen.tk

اورامام ابن حجر نے فتح الباری (220/7) میں اس قصے کو حسن قرار دیا ہے جس قصے کا یہ ایک جزء ہے]

منہج کتاب وسنت سے انحراف

رہی وہ وجہ جس کی بناء پر ہم جماعتوں سے الگ ہوئے تو وہ یہ ہے کہ وہ مشرکین سے علانیہ اظہار براءت وعداوت میں حرج اور مشقت سمجھتے ہیں، اور اسے راہ دعوت میں رکاوٹ قرار دیتے ہیں کیونکہ لوگ اس طرح ان سے دور ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعض جماعتوں نے اس بنیادی اصول کو اختیار کرنے میں سستی کی اور بعض نے اسے بالکل ہی چھوڑ دیا جبکہ ہم ان کے نظریات سے اختلاف رکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بنیادی اصول کو اختیار کرنے کا حکم دے کر ہم سے حرج کو دور کیا ہے، اگر اس میں کچھ حرج ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا حکم نہ دیتا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان پر غور کیجئے:

وَ جَاهِدُوْا فِى اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِىْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ. (الحج:78)

''اور اللہ کے دین میں کما حقہ جہاد کرو اس نے تمہیں منتخب کیا ہے اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں کی، تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اس نے اس دفعہ اور اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ رسول تم پر گواہ بن جائے اور تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ لہٰذا نماز قائم کرتے رہو اور زکاۃ ادا کرتے رہو اور اللہ سے تعلق مضبوط کرو وہی تمہارا دوست ہے پس کیا ہی بہترین دوست ہے اور کیا ہی بہترین مددگار ہے''۔

جب اللہ نے ہمیں جہاد کا حکم دیا اور ہمیں بتا دیا کہ اس میں ہمارے لئے کوئی حرج بھی نہیں ہے اور یہی ملت ابراہیم علیہ السلام یعنی دین ابراہیم علیہ السلام ہے تو جان لیجئے کہ یہی بنیادی اصول یعنی ''جہاد بالنفس اور ملت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع'' سچے اور جھوٹے میں فرق کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سچوں کے متعلق فرماتا

ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ.(حجرات:15)

''حقیقی مومن وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعے جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں''۔

اس کے برعکس جو لوگ محض کھوکھلے دعوے کرتے ہیں ان کے متعلق فرمایا:

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰى لَهُمْ،طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ.(محمد:20-21)

''اور مومنین کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی جارہی پھر جب کوئی ناقابل منسوخ سورت نازل کردی جاتی ہے اور اس میں جنگ کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو آپ ان لوگوں کو جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے دیکھیں گے کہ وہ آپ کی جانب ایسے دیکھتے ہیں جیسے وہ شخص جس پر موت کی بیہوشیاں طاری ہوں تو جب کہ ان کے لئے اطاعت کرتے رہنا اور درست بات کہنا ہی بہتر تھا اور پھر جب کام مقرر ہوجائے تو اگر وہ اللہ سے (اپنی بات یا اپنا دعوٰی) سچ کر دکھائیں تو ان کے لئے یہی بہتر ہے''۔

اب ہم آپ کے سامنے ملت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کریں گے تاکہ (اسے جان کر) آپ روشن دلیل پر کاربند ہوجائیں اور حق اور باطل کا فرق آپ کے سامنے اجاگر ہوجائے ان لوگوں کے برعکس جو کہتے ہیں کہ اسلام ایک تہذیب کا نام ہے اس طرح وہ مشرق ومغرب میں اختلاط پیدا کرکے ان کے ساتھ انہی کے جیسی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔

❀❀❀❀❀

فصل: ملت ابراہیم علیہ السلام

ملت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد دو اصول ہیں:

① عبادت کو اللہ اکیلے کے لئے خالص کرنا۔

② شرک اور مشرکین سے برملا براءت وعدوات کا اظہار کرنا۔

واضح ہو کہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرَاهِیۡمَ حَنِیۡفًا وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ. (نحل:123)

''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ سب سے الگ ہو کر ملت ابراہیم کی اتباع کریں اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے''۔

نیز فرمایا:

قُلۡ اِنَّنِیۡ هَدَانِیۡ رَبِّیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ دِیۡنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبۡرَاهِیۡمَ حَنِیۡفًا وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ. (انعام:161)

''اے نبی آپ بتا دیجئے کہ میرے رب نے صراط مستقیم کی جانب میری رہنمائی کی ہے جو کہ مضبوط دین ہے یعنی ملت ابراہیم جو یکطرفہ تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے۔''

اور بلاشبہ ہمیں بھی ملت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور ہم میں سے جو بھی اس سے منہ موڑے گا وہ اپنے آپ کو ہی بے وقوف بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَنۡ یَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرَاهِیۡمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ. (بقرہ:130)

''اور ملت ابراہیم سے وہی منہ موڑتا ہے جو خود کو بے وقوف بنائے۔''

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں خلیل اسی ملت پر گامزن رہے اور اسی راہ پر چل کر

انہوں نے مقام خُلّت (اللہ تعالیٰ کی خاص دوستی جو صرف کسی ایک کو ہی حاصل ہوسکتی ہو) حاصل کیا جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا[ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا] ''بے شک اللہ نے مجھے خلیل بنایا ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا''۔لہٰذا ملت ابراہیم علیہ السلام ہی ہمارے نبی ﷺ کی اور ہماری ملت (یہی) ہے اور یہی ہمارے نبی کا اور ہمارا اسوہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ.(ممتحنة:4)

''تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) اوراس کے ساتھیوں میں بہترین اسوہ (نمونہ زندگی) ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ہمارے اورتمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی اور بغض ظاہر ہو چکا ہے حتی کہ تم اکیلے اللہ پر ایمان لے آؤ''۔

ملت ابراہیم علیہ السلام لوگوں کے مابین فرق کرتی ہے

اس سے معلوم ہوا کہ ملت ابراہیم علیہ السلام شرک اور مشرکین سے بری ہوجانے اور ان سے الگ ہوجانے اور ان کا بائیکاٹ کرنے کا نام ہے اس پہلو کو نافذ کئے بغیر دین اسلام غالب نہیں ہوسکتا یعنی تمام اہل زمین سے الگ ہوجانا جیسا کہ صحیح البخاری کتاب الاعتصام میں جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ:[محمد فرق بین الناس] ''محمد ﷺ لوگوں کے درمیان فرق ہیں''۔نیز صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ النساء میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث رؤیت میں ہے کہ [عند ما یاتیھم ربھم تبارک وتعالیٰ یوم القیامة و یقول لھم لتتبع کل امة من کانت تعبد فیقولون یا ربنا فارقنا الناس فی الدنیا علی افقر ما کنا الیھم ولم نصاحبھم] ''جب اللہ

تبارک وتعالیٰ بروز قیامت ان کے پاس آئے گا اوران سے کہے گا کہ ہر امت اپنے معبود کے پیچھے چلی جائے تو وہ (اہل حق) کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم دنیا میں (صرف تیری خاطر) لوگوں سے اس وقت الگ رہے جب ہم ان کے سب سے زیادہ محتاج تھے اور ہم ان کے ساتھ نہ ملے''۔ معلوم ہوا کہ وہ ساری دنیا سے الگ ہو گئے تھے جب کہ اس وقت انہیں ان کی شدید ترین ضرورت تھی پھر بھی وہ ان کے ساتھ نہ ملے جیسا کہ بہت سے نام نہاد مسلمان آج کل ایسا کرتے ہیں کہ مشرکین وغیرہ سب کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے وقت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی مطلب سمجھا تھا چنانچہ انہوں نے بیعت کرتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور مدینہ کے ستر (70) آدمیوں سے کہا کہ ''اے اہل یثرب ذرا ٹھہر جاؤ ہم نبی علیہ السلام کی خدمت میں اونٹوں کے کلیجے مار کر (یعنی لمبا سفر کر کے) اس یقین کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آج آپ کو یہاں سے لے جانے کے معنی ہیں سارے عرب سے علیحدگی تمہارے چیدہ چیدہ سرداروں کا قتل اور تلواروں کی مار، لہٰذا اگر یہ سب برداشت کر سکو تو انہیں لے چلو اور تمہارا اجر اللہ کے ذمے ہے، اور اگر تمہیں اپنی جانوں کا خوف ہے تو ابھی سے کہہ دو یہ اللہ کے ہاں تمہارے لئے زیادہ لائق قبول عذر ہوگا۔ اسے امام احمد اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے، اور حافظ ابن کثیر نے کہا کہ یہ سند جید ہے مسلم کی شرط پر ہے السیرۃ 194/2 اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس قصے کو حسن قرار دیا ہے۔

آج بھی اگر کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو قائم کرنا اور اس کی مدد کرنا چاہتا ہے تو وہی راستہ اپنائے جو انہوں نے اختیار کیا و گرنہ بقول سعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ ''اگر تمہیں اپنی جانوں کا خوف ہے تو کہہ دو یہ اللہ کے ہاں تمہارے لئے زیادہ لائق قبول عذر ہوگا''۔

ملت ابراہیم علیہ السلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں غلطی

میرے بھائی ملت ابراہیم علیہ السلام روشن اور پاکیزہ راہ کو اسی طرح اختیار کیجئے جس طرح اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ اس پر چل کر وہ جنتوں کے وارث بن گئے اور اللہ نے ان کے متعلق فرمایا:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ

مِنۡهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبۡدِيلًا. (احزاب:23)

''مومنین میں ایسے رجال بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا عہد سچ کر دکھایا کچھ نے اپنا کام مکمل کرلیا اور کچھ اپنی باری کے منتظر ہیں اور انہوں نے کچھ بھی تبدیل نہ کیا''۔

اور رہے وہ لوگ جن پر جانے انجانے میں معاملات الجھتے چلے گئے ہم ان کے اعمال واقوال بھی آپ پر پیش کر دیتے ہیں تاکہ ان کی حالت بھی آپ پر عیاں ہو جائے۔

- ان کی ایک جماعت* کا کہنا ہے کہ دین اسلام کے قیام کی بنیاد قبر پرستوں کے خلاف جنگ ،اور ان سے اظہار دشمنی اور ان سے لوگوں کو بچانا ہے ،ایسے ہی صوفیوں اور بدعتیوں کے خلاف محاذ آرائی ہے۔

*(واضح رہے کہ جماعت سے مراد بہت سے افراد پر مشتمل مخصوص ایجنڈا رکھنے والا گروہ ہے ورگرنہ حقیقت کے اعتبار سے یہ فرقہ ہی کہلائے گا اور جماعت اسے کہیں گے جو ہر اعتبار سے منہج حق پر ہو۔مترجم)

- ایک دوسری جماعت اس کے ساتھ ساتھ اس پر مزید اضافہ کرتے ہوئے اندھے مذہبی تعصب پر بھی آمادہ کرتی اور حدیث پر کئے جانے والے حملوں سے اس کی حفاظت کی دعوت دیتی ہے۔

- ایک تیسری جماعت ہے جو کمیونزم کو فتنہ قرار دیکر اس کا رد کرتی ہے اور خالق کے وجود کو ثابت کرتی ہے اور حکومت کو کنٹرول کرنے کی خاطر اہم حکومتی مراکز پر گرفت حاصل کرنے کی مضبوط کوششیں کرتی ہے۔

- کچھ اور جماعتیں بھی ہیں جو نا قابل التفات ہیں کیونکہ وہ جہالت پر قائم ہیں۔

ہمارا تجزیہ کہتا ہے کہ پہلی اور دوسری اور ان جیسی دیگر جماعتیں حق قائم کرنا چاہتی ہیں اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن ان کی اقامت حق کی یہ کوششیں ان لوگوں میں ہیں جو بے اختیار ہیں جبکہ مقتدر طبقہ جو دن رات اللہ کے دین کو مٹانے میں لگے ہوئے ہیں ان میں (حق کو قائم کرنے سے) بالکل خاموش ہیں ان کی پالیسی میں بس یہی ایک ایسی خامی ہے جس کی بناء پر پہلی قومیں بھی گمراہ ہو گئیں جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الحدود میں موجود حدیث سے ثابت ہوتا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:''ایک

مخزومیہ عورت جس نے چوری کی اس کا معاملہ قریش میں بڑی اہمیت اختیار کر گیا وہ کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں کلام کرنے کی جراءت سوائے اسامہ رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں کر سکتا جو کہ آپ کے لاڈلے ہیں، لہٰذا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی تو آپ نے فرمایا [اتشفع فی حد من حدود الله] ''کیا تو اللہ کی حدود میں سے ایک حد کی سفارش کر رہا ہے''۔ پھر لوگوں کو خطبہ دینے لگے اور فرمایا کہ [یاایھاالناس انما ضل من کان قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ واذا سرق الضعیف منھم اقاموا علیه الحدود وأیم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطع محمد یدھا] ''اے لوگو، درحقیقت تم سے پہلے لوگ اس لئے گمراہ ہوئے کہ ان میں جب کوئی طاقتور چوری کر لیتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے، اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کر لے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کا ہاتھ کاٹیں گے''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کمزور پر حد قائم کرنا بھی اللہ کا حق ہے، عدل ہے جو اس پر عمل کرے یا اس سلسلے میں سختی کرے اس پر نہ تو رد کیا جائے گا نہ ہی اس کا انکار کیا جائے گا لیکن گمراہی یہ ہے کہ حد کمزور پر تو قائم کر دی جائے لیکن طاقتور پر قائم نہ کی جائے، ان دو جماعتوں اور ان جیسی دیگر جماعتوں کی یہی روش ہے کہ اگر کوئی بے اختیار گناہ کر بیٹھے تو اس پر شدید تنقید اور نکتہ چینی کرتے ہیں لیکن اگر کوئی صاحب اقتدار گناہ کر لے تو یہ اس کے لئے عذر تراشنا شروع کر دیتے ہیں کیونکہ یہ انہی کے زیر اقتدار وزیر دست رہتے ہیں اس طبقے سے ڈرتے ہیں اور اسی سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں پھر اگر ان کے لئے کوئی عذر نہ تراش سکیں تو اپنے لئے عذر تراش لیتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں اور برائی کو ختم کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

قیام ملت ابراہیم علیہ السلام کا صحیح طریقہ

آپ کے سامنے دونوں جماعتوں میں موجود مشترکہ پہلو واضح ہو گیا کہ کمزور پر تو حق کو نافذ کر دیتے ہیں لیکن طاقتور سے خاموشی اختیار کر لیتے ہیں لہٰذا ان کا ملت ابراہیم علیہ السلام کو مضبوطی سے تھامنے کا دعویٰ

مشکوک ہے کیونکہ حق کا پرچار کرنے اور باطل کا رد کرنے میں رسول اللہ ﷺ کا اسوہ اس سے مختلف ہے حق کا کچھ پہلو بیان کر دینا اور کچھ سے خاموش رہنا یہ نہ تو ملت ابراہیم علیہ السلام ہے (جنہوں نے نہ جان کی کبھی پرواہ کی نہ ہی مال کی) اور نہ ہی یہ رسول ﷺ کا دعوتی طریق ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ. (حجر:94)﴾ ''آپ کو جو حکم دیا گیا اسے کھل کر بیان کریں اور مشرکین کی پرواہ نہ کریں''۔ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واصدع بما قال الرسول ولا تخف من قلة الانصار والاعوان
جو کچھ رسول نے فرمایا اس کا اعلان کرتا رہ اور ساتھیوں اور مددگاروں کی قلت سے خوفزدہ نہ ہو

واجعل كتاب الله والسنن التى ثبتت سلاحك ثم صحح بجنان
اور اللہ کی کتاب اور احادیث صحیحہ کو اپنا ہتھیار بنا کر لوگوں کے عقائد درست کرتا رہ

من ذا يبارز فليقدم نفسه اومن يسابق يبد فى الميدان
کون بہادر ہے جو چیلنج دے اور آگے بڑھے یا کون گھڑ سوار ہے کہ میدان میں کود پڑے

فالله نام جنده وكتابه والله كاف عبده بأمان
اللہ اپنی جماعت اور اپنی کتاب کا مددگار ہے اور اللہ اپنے بندے کو مطمئن کرنے کے لئے اکیلا کافی ہے

لاتخش من كيد العدو ومكرهم فقتالهم بالكذب والبهتان
دشمن کی سازشوں اور چالوں سے مت گھبرا ان کی لڑائی جھوٹ اور بہتان ہی ہوتی ہے

فجنود اتباع الرسول ملائك وجنودهم فعساكر الشيطان
رسول کے پیروکاروں کے لشکر فرشتے ہوتے ہیں جبکہ ان کے لشکر شیطان کے جُھنڈ ہوتے ہیں

واثبت وقاتل تحت رايات الهدى واصبر فنصر الله ربك داني

ہدایت کے جھنڈے تلے ثابت قدم رہ کر لڑتا رہ اور صبر کرتا رہ کہ تیرے رب اللہ کی مدد قریب ہے

ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح کبھی نہیں کہا جس طرح آج لوگ کہتے ہیں کہ ''فتنے کا اندیشہ ہے''۔﴿اَلَافِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا﴾ ''خبردار فتنے میں وہ گھر چکے ہیں'' (توبة:49)۔ بلکہ ابراہیم علیہ السلام کی راہ روکی گئی اور آپ کو آگ میں ڈالا گیا پھر بھی ڈٹے رہے نہ واپس پلٹے نہ ہی سست ہوئے۔خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیں ابوجہل اور آپ کی قوم سب آپ کے دشمن بن کر آپ کے خلاف برسر پیکار ہو گئے لیکن آپ کو حق کا پرچار کرنے اور ان سے اعلان دشمنی کرنے سے نہ روک سکے،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ہم ایسا ہی پاتے ہیں انہیں بے گھر کیا گیا ان کے مال لوٹے گئے اور اگر انہوں نے بھی دین کو اسی طرح سمجھا ہوتا جس طرح آج کل کے لوگوں نے سمجھا ہوا ہے تو وہ بھی ابوجہل اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ زندگی گزارتے رہتے نہ وہ بے گھر کئے جاتے نہ ان کے مال چھنتے جس طرح آج کل کے داعیان دین ابوجہل کے جانشینوں کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنان دین سے مفاہمت ومصالحت کرنے کے لئے مبعوث نہیں کیا گیا تھا بلکہ لوگوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم **كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها باب الصفات التي يعرف بها اهل الجنة واهل النار في الدنيا** میں ایک طویل حدیث میں آپ نے فرمایا کہ [**وقال انما بعثتك لابتليك وابتلي بك** ....**وان الله امرني احرق قريشاً فقلت رب اذا تثلغوا راسي فيدعوه خبرة قال استخرجهم كما استخرجوك**] ''اوراس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا کہ میں نے آپ کو اس لئے بھیجا تاکہ میں آپ کو آزماؤں اور آپ کے ذریعے (لوگوں کو) آزماؤں ....اور بے شک اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں قریش کو جلاؤں تو میں نے کہا اے پروردگار پھر تو وہ میرا سر کچل ڈالیں گے اور اسے روئی کی طرح چھوڑ دیں گے۔فرمایا: آپ انہیں نکال دیجئے جس طرح انہوں نے آپ کو نکالا............معلوم ہوا کہ آپ کو

اس لئے مبعوث کیا گیا تا کہ اللہ آپ کو آزمائے اور آپ کے ذریعے تمام انسانوں کو آزمائے اور تاکہ آپ کفار کو جلائیں اور جب نبی علیہ السلام نے خوف کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ خوف مسترد کر دیا اور حکم دیا کہ جس طرح کفار نے آپ کو نکالا ہے آپ بھی انہیں اسی طرح نکالنے کی فکر کریں۔

لہٰذا ہم عصر حاضر کے داعیان حق سے کہتے ہیں کہ تم یقین کر لو کہ دشمنان دین کے سامنے تمہارا اظہار حق اور اظہار عداوت و براءت انہیں تمہارا دشمن بنا دے گا اور انہیں تمہیں بے گھر کرنے پر مجبور کر دے گا، اور یہی اصل ملت ابراہیم علیہ السلام ہے اور ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سمجھا تھا کہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے کہا تھا: [ليتني اكون حيا اذ يخرجك قومك] ''کاش میں اس وقت تک زندہ رہ سکوں جب آپ کی قوم آپ کو بے گھر کرے''۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: [او مخرجيّ هم ؟!] ''کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟!'' انہوں نے جواب دیا [نعم انه لم يات رجل قط بمثل ماجئت به الا عودي] ''ہاں کیونکہ آپ جیسی دعوت جو بھی لایا اس سے دشمنی کی گئی''۔ (صحیح البخاری)

فصل: اقامت دین چاپلوسیاں اور خاموشیاں اختیار کرنے سے نہیں بلکہ حق کا اعلان کر کے اور تکالیف پر صبر کر کے ہی ممکن ہے۔

موجودہ دور کے داعیان حق کو جان لینا چاہئے کہ دنیا میں اللہ کی مدد اور آخرت میں جنت کا حصول اسی راہ پر چل کر ممکن ہے جس سے وہ فرار چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ. (بقرہ:214)

''کیا تم سمجھ رہے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے اور اب تک تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہ آئیں جن پر مالی اور جسمانی تکالیف اس قدر آئیں کہ رسول اور اس کے ساتھی کہنے لگے اللہ کی مدد کب آئے گی خبردار اللہ کی مدد قریب ہے''۔

غزوہ احزاب کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ بات اچھی طرح سمجھ چکے تھے اللہ تعالیٰ ان کے متعلق

فرماتا ہے:

وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا.(احزاب:22)

''اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے اسی کا وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور اس صورت حال نے انہیں ایمان اور فرمانبرداری میں اور بڑھا دیا''۔

یہ ان مومنین کی حالت ہے جنہیں اپنے رب کے وعدوں پر مکمل یقین تھا لیکن یہاں کچھ معذور لوگ بھی ہیں جو حوصلہ شکنیاں کرتے ہیں اور لوگوں کو اپنی طرح ہر طرح کی تکلیف اور مشقت سے دور رہنے کی دعوت دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ انہی کے اسلاف کے متعلق فرماتا ہے:

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا وَ لَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا.(احزاب:18)

''اللہ تم میں سے ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو ٹال مٹول کرنے والے اور اپنے بھائیوں سے کہنے والے ہیں کہ ہماری طرف آؤ اور مشقت والے کام پر وہ بہت ہی کم آتے ہیں''۔

کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر ظالموں کے سامنے ان کے ظلم کا اظہار کریں گے تو آزمائش کا شکار ہو جائیں گے، لہٰذا انہوں نے اس پہلو کو اپنایا جس سے وہ ظالموں کو راضی رکھ سکیں اور وہ اس پر ان سے متفق ہو جائیں اور یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ ان کے حکمران اللہ کا نازل کردہ قانون ناپسند کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اس کی مخالفت جو کرتے ہیں اللہ ان کی صفات بیان فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ، فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ

فَاَحۡبَطَ اَعۡمَالَهُمۡ. (محمد:25-28)

''جولوگ اپنے لئے ہدایت واضح ہوجانے کے بعد بھی اپنی پشتوں کے بل مرتد ہوگئے شیطان انہیں ان کے اعمال خوشنما کر کے دکھاتا ہے اور انہیں آسرے دیتا ہے ایسا اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ کے نازل کردہ دین کو ناپسند کرتے ہیں کہ ہم بعض معاملات میں عنقریب تمہاری اطاعت کریں گے۔ اور اللہ ان کے دلوں میں چھپے رازوں کو جانتا ہے تو جب فرشتے ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر ضربیں لگا رہے ہوں گے اس وقت کیا عالم ہوگا کہ یہ اس لئے کہ وہ اس راہ پر چلے جس نے اللہ کو ناراض کر دیا اور انہوں نے اسے راضی کرنا ناپسند کیا سو اللہ نے ان کے اعمال برباد کرڈالے''۔

تفسیر اضواء البیان میں امام شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ آیات ہر اس بات کے متعلق عام ہیں جس پر ان کے الفاظ دلالت کریں اور اس میں موجود ہر وعید بھی ہر اس شخص کے عام ہیں جو اللہ کے نازل کردہ دین کو ناپسند کرتا ہو......

ایک اهم تنبیه : عصر حاضر کے ہر مسلمان پر سورۃ محمد کی ان آیات پر غور وفکر کرنا اور ان میں موجود وعیدوں سے بچنا واجب ہے کیونکہ عصر حاضر کے بہت سے نام نہاد مسلمان بلاشبہ ان آیات میں موجود وعیدوں کے مستحق ہیں اس لئے کہ مشرق ومغرب کے سارے ہی کافر اللہ کے نازل کردہ کو ناپسند کرتے ہیں یعنی ''قرآن'' اور ''نبی ﷺ کی احادیث'' کو لہٰذا اللہ کے نازل کردہ کو ناپسند کرنے والے ان کافروں سے جو بھی کہے کہ بعض معاملات میں ہم تمہاری مانیں گے مثلاً وہ لوگ جو وضعی قوانین (اپنی خواہشات اور مفادات کے مطابق بنائے ہوئے قوانین) پر چلتے ہیں اور اس طرح ان لوگوں کی اطاعت کرتے ہیں جو اللہ کے نازل کردہ کو ناپسند کرتے ہیں تو بلاشک وشبہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں فرشتے موت دیتے وقت ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں اور جو اللہ کو ناراض کردینے والی راہ پر چلتے ہیں اور اسے راضی کرنا پسند نہیں کرتے اور جن کے اعمال اللہ برباد کرڈالتا ہے لہٰذا ان لوگوں میں داخل ہونے سے مکمل طور پر اجتناب کیجئے جو مشرق ومغرب کے کفار سے کہتے ہیں کہ بعض معاملات میں

ہم عنقریب تمہاری ہی مانیں گے۔

سچا دعویٰ ایمان یا محض خوش فہمی

ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگ بظاہر ایمان ہی کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اللہ نے ان کے اس دعویٰ ایمان کو زعم یعنی خوش فہمی قرار دیا ہے کیونکہ انہیں اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا بلکہ وہ اس پر دل سے راضی ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں اور ان لوگوں کو اہل ایمان سے زیادہ ہدایت یافتہ قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْآ اِلَی الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْآ اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ وَ یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلٰلاً بَعِیْدًا. (النساء:60)

''اے نبی کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اس خوش فہمی میں ہیں کہ وہ اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا ایمان رکھتے ہیں جبکہ (دل سے) چاہتے ہیں کہ طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں لا پھینکے''۔

اس آیت میں ان کی اس چاہت کی بناء پر ہی اللہ نے ان کے دعویٰ ایمان کو زعم (یعنی خوش فہمی) قرار دیا تو جو اپنی مملکت میں طاغوت (یعنی وضعی قوانین) کو ایجاد کر کے اس پر راضی اور خوش ہو جائے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو سزا دے اس کے دعوی ایمان کو خوش فہمی نہیں تو اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ اور ان کے مقرر کردہ داعیان دینی کا اس پر خاموشی اختیار کرنا اور لوگوں کو ان سے نہ بچانا ان ظالموں کی اطاعت کا ہی لازمی نتیجہ ہے کیونکہ وہ انہیں اللہ کے نازل کردہ کے بغیر اپنے بنائے ہوئے طاغوتی قوانین اور کفار سے دوستیاں لگا کے ،اور مشرکین کو اپنا بھائی قرار دینے اور اس طرح کے دیگر امور کے متعلق کسی طرح کی گفتگو کرنے سے منع کرتے ہیں جبکہ ان کی یہ خاموشی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے منافی ہے جیسا کہ پیچھے بیان کیا جا چکا ہے۔

فتنوں کے اس دور میں ایمان کی حفاظت

میرے بھائی ان امور سے واقف ہونا آپ پر فرض ہے آپ اپنے آپ کو کتاب وسنت پر پیش کریں اوران دھوکہ بازوں کے دھوکے میں نہ آئیں جو اللہ کے اس فرمان سے اعراض کرتے ہیں۔فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِي السِّلۡمِ كَآفَّةً. (بقرہ:208)

''اے ایمان والو اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ''۔

ان لوگوں کی حالت تو یہ ہے کہ جہاں مفاد ہو وہاں اسلام میں داخل ہو گئے اور جہاں مشقت اور مشکلات دکھائی دیں وہاں اسلام سے منہ موڑ لیا جیسا کہ سورۃ محمد کی آیات نمبر 26 تا 28 میں بیان کیا گیا ہے اور جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [**بادروا بالاعمال فتناً كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مومنا ويمسى كافرا ويمسى مومنا ويصبح كافرا يبيع دينه بعرض من الدينا**] ''لوگوں رات کے اندھیروں کی طرح چھا جانے والے فتنوں کی آمد سے پہلے پہلے اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ (ان فتنوں میں مبتلا ہوکر) آدمی صبح مومن ہوگا اور شام تک کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح تک کافر اپنے دین کو دنیا کے چند ٹکوں کے عوض بیچ ڈالے گا'' (مسلم)۔اراس دھوکے میں مت رہیں کہ لوگ ان کی تعریفیں کرتے ہیں۔اس لئے کہ نبی علیہ السلام خود ایسے لوگوں کی نقاب کشائی کرتے ہیں۔صحیح البخاری کتاب الفتن میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [**ان الامانة نزلت فى جذرقلوب الرجال ثم علموا من القرآن ثم علموا من السنة**] وحدثنا عن رفعها قال: [**ينام الرجل النومة فتقبض الامانة من قلبه فيظل اثرها مثل الوكت ثم ينام النومة فتقبض فيبقى فيها اثرها مثل اثر المجل كمجرد حرجته على رجلك فنفط فتراه منبترا وليس فيه شئ ويصبح الناس يتبايعون فلا يكاد احد يودى الامانة فيقال ان فى بنى فلاں رجلا امينا ويقال للرجل ما اعقله؟! وما اجلده؟! ومام اظرفه؟! وما فى قلبه حبة خردل من الايمان**] ''امانت (دین) جب لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں داخل ہو جائے تب انہیں قرآن وسنت کا صحیح علم ہوتا ہے حذیفہ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ

نے ہمیں اس امانت کے اٹھائے جانے کے متعلق بیان فرمایا لہٰذا فرمایا آدمی ایک بار سوئے گا کہ امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی بس اس کا نشان رہ جائے گا جیسے سفیدی میں سیاہی کا نشان اس کے بعد وہ پھر سوئے گا تو امانت مکمل طور پر اٹھالی جائے گی بس اس کا ہلکا سا نشان رہ جائے گا جیسے آبلے کا نشان جیسے تو انگارے کو اپنی ٹانگ پر لڑھکائے تو آبلہ پڑ جائے پھر تو اسے کاٹ کر دیکھے تو اس میں سے کچھ نہ نکلے اور لوگ ایک دوسرے سے تجارت کریں گے ان میں ایک بھی امانت ادا کرنے والا نہ ہوگا پھر کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار شخص ہے اور اس آدمی کے متعلق کہا جائے گا کہ کس قدر عقل مند ہے اور کس قدر مضبوط ہے اور کس قدر بامروت ہے حالانکہ اس دل میں رائی دانے جتنا بھی ایمان نہ ہوگا''۔اس حدیث سے آپ کے سامنے یہ بات پوری طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ امانت کی اللہ کے ہاں بڑی عظیم شان ہے اور دین سب سے بڑی امانت ہے جو انسان نے اٹھا رکھی ہے۔حافظ ابن حجر فتح الباری 39/13 میں فرماتے ہیں:''ایسا خائنوں کے ساتھ میل جول رکھنے کی وجہ سے ہوگا کیونکہ ہر ایک اپنے تعلقدار کی راہ اپناتا ہے''۔حدیث میں مذکور شخص لوگوں کی نگاہ میں بڑا ہی عقلمند اور بہادر اور ظریف ہوگا لیکن حقیقت میں اس کا دل ایمان سے خالی ہوگا۔نیز نبی ﷺ نے اس کی ظاہری حالت کو اس آبلے سے تشبیہ دی جو بظاہر پھولا ہوا ہوتا ہے لیکن کاٹنے میں اس میں سے سوائے ہوا کے کچھ برآمد نہیں ہوتا۔

ایک اور جماعت

اور تیسری جماعت بھی رسول اللہ ﷺ کے خلاف برسرراہ ہے ان کا بنیادی مقصد نظریاتی غلبہ حاصل کرنا ہے ان کے اہم اصولوں میں ایک یہ بھی ہے کہ بہت سے مختلف پردوں کے پیچھے چھپے رہو اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے زیر کنٹرول کام کرنے والوں کو دھوکے میں رکھیں جبکہ نبی ﷺ نے فرمایا:[**لاعذر فی الاسلام**]''اسلام میں دھوکہ نہیں ہے''(صحیح مسلم)۔(یعنی کسی کو دھوکے میں رکھ کر مسلمان بنانا جائز نہیں ہے۔مترجم)۔ایسے ہی غزوہ خیبر کے متعلق صحیح بخاری میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں فرمایا کہ:[**فادعھم للاسلام**]''پس تو انہیں اسلام کی طرف بلانا''۔ایسے ہی لوگ جب

کسی موحد کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے اور شرک و بدعت کی مذمت بیان کرتے ہوئے اور احادیث ضعیفہ سے بچ کر احادیث صحیحہ بیان کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس نے اسلام کو مکمل طور پر نہیں سمجھا اور پھر اس پر طرح طرح کی تنقیدیں کرنے لگتے ہیں اور ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کر دیتے ہیں کہ معاملہ تو اس سے بھی بڑھ کر ہے یعنی کمیونزم۔

فرقہ ناجیہ کی چند صفات

تو ہم ان لوگوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ خالق کے وجود کا اقرار تو مشرکین عرب بلکہ ابلیس ملعون بھی کرتا ہے لیکن کیا یہ اقرار انہیں کچھ نفع دے گا؟ ہم کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ ناجیہ (73 فرقوں میں سے ایک وہ فرقہ جو نجات پائے گا) کی جو صفات بیان کی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے [ظاهرين على الحق] ''حق پر آشکار رہیں گے''۔ یعنی علانیہ حق پر ہوں گے نہ کہ چھپ کر رہیں گے، خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی دعوت اور اپنے دین کا اعلان واظہار فرماتے اور کفار سے دشمنی اور بیزاری کا برملا اعلان کرتے تھے یہی اصل ملت براہیم علیہ السلام ہے اسی لئے آپ کو اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکالیف سے دوچار ہونا پڑا جبکہ آپ کو تو ہر جگہ بطور ملازم یا مبلغ یا ٹیچر یا فوجی یا رپورٹر قبول کرلیا جاتا ......جبکہ آپ لوگ اگر ان کے سامنے برملا عداوت و براءت کا اظہار کرو تو وہ آپ کو نہ صرف مسترد کر دیں گے بلکہ بدترین تشدد بھی کریں گے آپ کو اس صورت میں مناصب واعزازت سے بھی نہیں نوازیں گے بلکہ نکال باہر کریں گے اور تمہارے چیدہ چیدہ لوگوں کو قتل کر دیں گے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوا کیونکہ آپ کی دعوت کی بنیاد یہی تھی۔

نا قابل قبول اعذار

علاوہ ازیں تمام جماعتیں (۱): افردی قوت کی قلت۔(۲): مادی تیاری کے فقدان۔اور (۳): دشمن کا اپنے بے پناہ طاقت کے وسائل اور عددی کثرت اور تربیتی برتری کی بدولت قابض ہوجانے کے خوف کو عذر بناتی ہیں۔ جبکہ یہ کسی بھی طرح عذر نہیں بن سکتے افرادی قوت کی کمی اس لئے

عذر نہیں کہ 13 سال تک مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہر طرح کے تشدد کا نشانہ بنتے رہے۔ ہمیں بتائیے ان کی تعداد کتنی تھی؟ پھر بھی کیا رسول اللہ ﷺ نے انہیں خاموش رہنے اور مصالحت کر لینے اور مادی دنیا کی زیادہ سے زیادہ حصول کی طرف توجہ دینے اور اپنے دشمنوں کے ساتھ مل کر کام کاج کرنے کی اجازت دی تھی؟ کیا انہیں کفار کو دھوکے میں رکھ کر ان کے اہم ترین مراکز پر کنٹرول حاصل کر لینے کی ترغیب دی تھی؟ یا نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو اس طرح کی کوئی مضبوط پلاننگ کر کے دی تھی جس طرح کی آپ منصوبہ سازیاں کرتے ہیں جن کے نتائج ہم دیکھ اور بھگت چکے ہیں؟ جبکہ محمد ﷺ کی دعوت کسی سے بھی ڈھکی چھپی نہ تھی اس کے نتائج بھی دیکھ لیں کہ آپ کے ساتھ بہت کم صحابہ رضی اللہ عنہم تھے پھر بھی ان سے روم اور فارس خوفزدہ تھے جو آج کل روس اور امریکا کی طرح طاقتور تھے اس کا اندازہ ان سوالات سے لگائیں جو شہنشاہ روم ہرقل نے ابوسفیان سے کئے اور پھر ان کے جوابات کا جو تجزیہ اس نے پیش کیا وہ بھی ملاحظہ کیجئے صحیح البخاری 7/1 کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ ہرقل نے کہا:

سوال میں نے تجھ سے پوچھا تھا کیا امیروں نے اس کی اتباع کی ہے یا کمزوروں نے؟

جواب تو نے کہا کہ کمزور لوگوں نے اس کی اتباع کی ہے۔

تجزیہ رسولوں کے تابعدار یہی لوگ ہوا کرتے ہیں۔

سوال میں نے تجھ سے پوچھا کیا اس سے غداری کی گئی؟

جواب تو نے کہا کہ نہیں۔

تجزیہ ایسے ہی ہوتا ہے رسولوں کے ساتھ غداری نہیں کی جاتی۔

آخر میں ہرقل نے کہا کہ: ''اگر تیرے جوابات درست ہیں تو عنقریب وہ میرے ان قدموں کی جگہ کا بھی مالک بن جائے گا''۔

ہرقل کی علمیت وبصیرت پر غور کیجئے وہ جان گیا کہ نبی ﷺ کا معاملہ غالب ہو کر رہے گا حالانکہ یہ بھی جان چکا تھا کہ آپ کے تابعدار کمزور لوگ ہیں اور اس نے نہ تو ان کی تعداد کے متعلق پوچھا نہ ہی ان کی قوت یا حامیوں کے متعلق کچھ پوچھا تو کیا نبی ﷺ کا معاملہ غالب آیا یا نہیں؟ یقیناً آیا دین اسلام

غالب ہوا تھی کہ روم اور فارس جو اس وقت آج کل کی سپر طاقتوں روس اور امریکہ کی طرح تھے ان پر بھی اپنی حکومت قائم کر لی ۔لیکن تم لوگ چونکہ ملت ابراہیم علیہ السلام کو ترک کر چکے ہو اور اس کی خلاف ورزی کر رہے ہو اور اسے بدل رہے ہو اس لئے ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ تمہارا معاملہ کبھی غالب نہ ہو سکے گا اگر تم کہو کہ کیوں غالب نہ ہو سکے گا؟ تو ہم کہیں گے اس لئے کہ تم دھوکہ دینے کے منصوبے بناتے ہو جبکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے تابعدار دھوکے نہیں دیتے اور تم لوگ اپنی نظر میں حساس اور طاقتور اداروں کے افراد کا انتخاب کرتے ہو جبکہ رسول اللہ ﷺ کے تابعدار کمزور لوگ تھے اور رسول اللہ ﷺ لوگوں میں فرق کرنے والے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کی حوالے سے پیچھے حدیث میں گزرا ہے ایسے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی سب لوگوں سے الگ ہو چکے تھے جیسا کہ صحیح بخاری ہی کے حوالے سے پیچھے حدیث میں گزرا ہے کہ وہ بروز قیامت اپنے رب سے کہیں گے کہ: [**فارق الناس ونحن اشد حاجة اليهم**] ''ہم سب لوگوں سے اس وقت بھی الگ رہے جب ہمیں ان کی شدید ضرورت تھی ''۔جبکہ تم تو سب لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتے ہو اور وہ سب ہی تمہارے نزدیک مسلمان ہیں خواہ ان کے عقائد ونظریات اور اعمال وکردار باہم کتنے ہی مختلف ہوں یہ سب غیر اہم ہے۔اہم یہ ہے کہ وہ قوم کی صفوں میں متحد ہو جانے اور عالی اعزازات حاصل کرنے اور دھوکے سے مختلف اداروں پر قبضہ کر لینے پر تم سے متفق ہوں تاکہ تم اپنی مزعومہ اسلامی ریاست قائم کر سکو۔جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے منہج کو علانیہ بیان کرنے ،اور لوگوں کا بائیکاٹ کرنے کے باوجود بھی اسلامی ریاست قائم کر کے دکھائی چند صحابہ رضی اللہ عنہم قتل کئے گئے اور چند ہی قید کئے گئے اور تم لوگ ہو کہ اپنے عقائد چھپاتے ہو اور مشرکین کی صفوں میں داخل ہو کر اتحاد بھی کر لیتے ہو اور ہر طرح کی چالیں بھی چلتے ہو پھر بھی اپنی مزعومہ اسلامی ریاست قائم نہ کر سکے جبکہ تمہارے ہزاروں لوگ غداری کی تحریکوں میں قتل بھی کئے جا چکے ہیں ۔حقیقت یہ ہے کہ تم اب تک نبی ﷺ کے اس فرمان کو نہیں سمجھ سکے کہ: [**لا يلدغ المومن من حجر واحد مرتين**] ''مومن ایک ہی سوراخ سے دوبارڈسا نہیں جا سکتا'' (بخاری ومسلم)۔ہم تم سے وہی بات کہتے ہیں جو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمائی کہ: [**لا يصلح أخر هذه الامة بما صلح به**

اولها] ''اس امت کا آخری حصہ اسی ذریعے سے درست ہوگا جس ذریعے سے اس کا ابتدائی حصہ درست ہوگیا''۔ نیز نبی ﷺ نے فرمایا: [لاتزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین لایضرهم من خالفهم حتی یاتی امر الله] ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر ظاھر رہے گا ان کی مخالفت کرنے والا انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا حتی کہ اللہ کا حکم آجائے گا''۔ (بخاری و مسلم)

شاہراہ نصرت دین

نصرت دین کا منہج تین امور پر مشتمل ہے۔

① اللہ عزوجل کی دعوت توحید میں ہم حق کہیں اور شرک و بدعت اور مشرکین و بدعتیوں سے دشمنی رکھیں اور ان سے براءت کا اظہار کریں، اور صرف اور صرف محمد ﷺ کی اتباع کریں۔

② ایسا کرنے سے تکالیف سہنی ہوں گی اور بے گھر ہونا پڑے گا مال بھی گنوانے پڑیں گے اور پھر ہجرت کر کے کسی ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔

③ اس کے بعد جنگ ہوگی۔

ان تینوں امور کے دلائل درج ذیل ہیں:

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (بقرة:218)﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ غفور رحیم ہے''۔

نیز فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ (۳۸) اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ (۳۹) الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (۴۰) اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ

اَمَـرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ. (حج:38-41)﴾ ''یقیناً اللہ خود ہی مومنوں کا دفاع کرتا ہے بے شک اللہ ہر خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں کرتا جن لوگوں سے لڑائی کی جا رہی ہے انہیں (مقابلے کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً قادر ہے ان لوگوں کو جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے ختم نہ کرتا تو عبادت خانے گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کی عبادت خانے اور وہ مسجدیں بھی ویران کر دی جاتیں جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اس کی مدد کریں بے شک اللہ طاقتور ہے غلبے والا ہے۔ وہ لوگ جنہیں اگر ہم زمین پر اقتدار دیدیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکاتیں دیں اور نیکی کا حکم اور برائی سے منع کریں اور سارے کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے''۔

نیز فرمایا: ﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْ ۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّکَ مِنْ ۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (نحل:110)﴾ ''پھر آپ کا رب ان لوگوں کے لئے جنہوں نے آزمائش میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی اور صبر کیا یقیناً آپ کا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا رحم کرنے والا ہے''۔

نیز فرمایا: ﴿وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ، الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ. (نحل:41)﴾ ''اور جن لوگوں نے ظلم کئے جانے کے بعد اللہ کے لئے ہجرت کی ہم انہیں دنیا میں اچھائی ضرور دیں گے اور آخرت کا ثواب تو اس سے بڑا ہے اگر وہ جانتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں''۔

اب آپ کے سامنے اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پیش کی جاتی ہے کہ آپ نے سب سے پہلے برملا حق کا اعلان کیا پھر آپ کو بے گھر کیا گیا پھر آپ نے قتال کیا اس کے بعد اللہ کی مدد آن پہنچی۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لیتے وقت اسعد بن زرارة رضی اللہ عنہ سے کہا کہ [وان تقولوا بالحق لا

تخافون فی الله لومة لائم] ''اور یہ کہ تم حق کہتے رہو گے اور اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہو گے (بخاری و مسلم)''۔ تو اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ نے اس سے یہی مفہوم اخذ کیا تھا اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے والے اپنے بقیہ ساتھیوں سے کہا کہ ''انہیں آج یہاں سے نکال کر لے جانے کا معنی ہوگا سارے عرب سے علیحدگی، تلواروں کی مار، اور تمہارے چیدہ چیدہ افراد کا قتل (بیہقی بسند حسن)''۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش رہے اور اسعد بن زرارۃ کی خاموش تائید کی اور پھر واقعتاً ایسا ہی ہوا مگر اس سب کے بعد اللہ کی مدد آئی پھر کچھ ہی عرصے میں یہی لوگ دنیا میں ساری زمین اور آخرت میں جنت کے وارث بن گئے۔

خلاصه بحث : حاصل بحث یہ ہے کہ:

① شرک اور مشرکین سے برملا اظہار عداوت و براءت کرنے والا زمین پر بسنے والے سرکشوں کی دشمنی مول لینے کے لئے اپنے آپ کو ہمہ وقت تیار رکھے یہی ملت ابراہیم کا خاصہ ہے۔

② جو اقوال و افعال اور عقائد و اخلاقیات میں خالصتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے گا تو مذہبی جنونی متعصبین (جو اس منہج کے بدلے اقوال الرجال کو ترجیح دیتے ہیں) اس کے دشمن بن جائیں گے۔ ہمارے دعویٰ نمبر ایک کی مزید تحقیق کے لئے کتاب ''مجموعۃ التوحید'' میں ''حکم موالاۃ اہل الاشراک'' اور ''الفکاک من موالاۃ المرتدین واہل الاشراک'' ملاحظہ فرمائیں اور دعویٰ نمبر دو کی مزید تحقیق کے لئے تفسیر اضواء البیان از امام شنقیطی رحمہ اللہ میں سورۃ محمد کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

منہج حق کس طرح معلوم کریں؟

یہ بات بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ حجت قبول کئے بغیر اور حدیث صحیح اختیار کئے بغیر آپ ان اصولوں کو بالکل نہیں سمجھ سکتے کیونکہ اگر اس سلسلے میں آپ علماء کے اقوال پر اعتماد کریں گے نہ کہ حدیث صحیح پر تو فریق مخالف بھی اپنے علماء کے اقوال پیش کرے گا نہ کہ دلیل صحیح۔ لہٰذا محض اپنے فہم پر اعتماد نہ کریں بلکہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے علماء کے فہم سے مدد لیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم نصوص کو مقدم رکھیں ایسے ہی ان علماء کے فہم کو بھی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلے۔ مگر یہ سب بھی ثابت شدہ دلائل کے

ذریعے ہی ہو۔اور وعدے اور وعیدوں کے متعلق وارد شدہ آیات واحادیث صحیحہ کو ظاہر پر ہی برقرار رکھیں اور جب تک کوئی مسلمان کسی گناہ کو حلال اور جائز نہ سمجھے اس وقت تک اس گناہ کے ارتکاب کے سبب اسے کافر قرار نہ دیں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ شرک کے علاوہ تمام گناہوں کو جس کے لئے چاہے گا معاف فرمادے گا سلف صالحین کا بھی یہی موقف ہے۔

اس سلسلے میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الشافیہ فی مسألتہ الایمان'' میں بہت سے دلائل نقل کئے ہیں انہیں ملاحظہ کیجئے۔

حق پر استقامت کیسے اختیار کریں؟

یہ سب کرنے کے بعد اپنے دل کو اس بات پر آمادہ کرلیں کہ جاہلوں سے واسطہ نہ رکھیں گے،اور تکفیری ہونے کے جو الزامات وہ آپ پر لگاتے ہیں ان کی طرف توجہ نہ دیں گے۔ایسا کرنے پر عنقریب علماءسو آپ سے فرار ہونا شروع ہو جائیں گے اور آپ کو مختلف نام دینے لگیں گے اور طبقہ اشرافیہ یعنی حکمران طبقے کے پاس آپ کو خارجی کہیں گے تاکہ وہ آپ کو قتل کرکے ان کے میدان چھوڑ دیں جیسا کہ برادران یوسف کی سیرت ہے۔اور طبقہ علماء کے پاس آپ کو ظاہری کہیں گے:

فاصبر عليه وكن بربك واثقا

لیکن آپ صبر کریں اور اپنے رب پر اعتماد کئے رہیں

هذا الطريق الى الهدى والسؤدد

کیونکہ یہ ہی ہدایت کی سیدھی شاہراہ ہے

البتہ اگر وہ کبھی حق پر ہوں تو آپ کی ان سے نفرت آپ کو اس حق کو رد کرنے پر آمادہ نہ کرے۔معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا[خذ الحق ممن جاء به ، فان الحق عليه نور] ''حق جو بھی لائے اسے لے لو کیونکہ حق پر نور اترتا ہے''۔نور سے مراد اللہ کی کتاب اور حدیث صحیح سے دلیل ہے اور آپ تو ایسے دور میں ہیں اگر شیطان بھی دولت خرچ کرے تو اسے بھی ایسے داعیان حق مل جائیں گے جو اعلیٰ اعزازات،عہدوں اور دولت کے عوض اسے بھی کوئی نہ کوئی اسلامی منصب عطا کردینگے،ابلیس ملعون

For more books visit our website : http://www.muwahideen.tk

بھی اللہ کے خالق ہونے، مرنے کے دوبارہ زندہ کئے جانے، اوراللہ کوکسی واسطے وسیلے کے بغیر پکارنے کا اقرار کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے متعلق فرماتے ہیں ﴿قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ. (ص:79)﴾ ''شیطان نے کہا اے میرے رب مجھے اس دن تک مہلت دے جس دن لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا''۔شیطان کے زرخرید داعیان اور مبلغین ان تینوں امور کے متعلق کلام کرکے اسے بھی اسلام میں کوئی نہ کوئی حصہ دے ہی دیں گے جیسا واعظین اور خطباء اس شخص کے پاس بھی موجود تھے جس نے کہا تھا کہ ''قرآن میں آپس میں اختلاف ہے'' ایسے ہی اور بہت سے باطل دعوے کئے تھے جنہیں ہم ذکر کرنا نہیں چاہتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ لوگوں کو ہدایت دینے کا ارادہ کیا کبھی بھی لوگوں میں کوئی مقام حاصل کرنے یا لوگوں کی نظروں میں آنے کی کوشش نہیں کی ارشاد فرمایا[من يرائي يرائي الله به ومن يسمع يسمع الله به] ''جو دکھلاوا چاہے گا اللہ اس کا دکھلاوا کرے گا اور جو شہرت چاہے گا اللہ اسے مشہور کردے گا'' (صحیح البخاری)۔نیز ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص ثواب اور شہرت دونوں کا طالب ہو کر نکلے تو اسے کیا ثواب ملے گا آپ نے فرمایا[لا شئ لــه] ''اسے کچھ نہیں ملے گا''۔اس بات کو تین مرتبہ دہرایا اور پھر فرمایا[انما يتقبل الله من العمل ماكان خالصا واريد به وجهه] ''حقیقتاً اللہ صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہے جو خالص ہو اور اس کے ذریعے اس کی خوشنودی مراد ہو'' (سنن ابی داؤد بسند صحیح)۔نیز تکبر سے بھی بچ کر رہیں اور حق کو مسترد کردینا تکبر ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[ان الله اوحى الى ان تواضعوا حتى لا ينبغي احد على احد ولا يفخر احد على احد] ''بے شک اللہ نے میری طرف وحی کرکے فرمایا کہ لوگو عاجزی اختیار کرو حتی کہ کوئی بھی کسی پر بھی سرکشی نہ کرے اور نہ ہی کوئی کسی پر فخر کرے'' (مسلم)۔

ان مذکورہ صفات کو اپنا لیجئے اور پھر اپنے عمل پر بھی فخر مت کریں یہ خود پسندی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ایسی باتوں کا تذکرہ کیا جو انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہیں ان میں ایک یہ بھی فرمایا کہ [واعجاب المرء نفسه] ''اور آدمی خود کو پسند کرے (یعنی خود پسندی)'' (طبرانی بسند صحیح)۔میری

For more books visit our website : http://www.muwahideen.tk

آپ کو نصیحت ہے کہ اللہ نے اس دین کو ہمارے لئے منتخب کیا ہے اور ہم پر اس کی مدد کرنا فرض کیا ہے اور اگر ہم نے اس کی مدد کی تو ہم سے مدد کا وعدہ کیا ہے۔ابن سحمان رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے۔

علــــى الــديــن فـلـيبـک ذوو الـعـلـم والـتـقـى

اہل علم اور متقی پرہیز گاروں کو دین پر رونا چاہیے ہے

فــقــد طــمســـت اعـــلامـــه فـــى الـعـوالـم

کیونکہ اس کائنات میں اس کے نشانات مٹتے جارہے ہیں

وقـــد صـــار اقبـــال الـــورى واحتيـــالهـــم

اور ساری خلقت کی توجہ اور کوششیں

عــلـــى هـــذه الـــدنيـــا وجـــمـــع الـدراهـم

اس دنیا اور دولت جمع کرنے کی طرف لگ چکی ہیں

واصـــلاح دنيـــاهـــم بـــافســـاد ديـــنهـــم

ان کی دنیا اپنے دین کو برباد کرکے ہی سنور سکتی ہے

ومـــحـــصـــول مـــلـــذو ذاتهـــم والـــمـــطـــاعـــم

اور اسی طرح ہی انہیں ہر طرح کی لذتیں اور کھانے پینے حاصل ہو سکتے ہیں

يــعـــــادون فيهـــا بـــل يـــوالـــون لاجـــلهـــا

اسی کی بنیاد پر دشمنی کرتے ہیں بلکہ دوستی بھی اسی کی خاطر کرتے ہیں

ســـواء لـــديهـــم اهـــل الـتـــقـــى والـــجـــرائـــم

ان دنیاداروں کے نزدیک متقی پرہیز گار اور مجرم دونوں برابر ہیں

ومـــلـــة ابـــــراهـــم غـــودر نـهـــجـــا......

اور اصل ملت ابراہیم علیہ السلام کے منہج کو دھوکے میں چھپا دیا گیا ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ. (مائدہ:54)

''اے ایمان والوتم میں سے جو بھی اپنے دین سے پلٹ گیا تو (وہ یہ نہ سمجھے کہ اللہ کا یا اس کے دین کا کچھ بگاڑ لے گا) عنقریب اللہ ایسی قوم پیدا کردے گا جن سے وہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے مومنوں کیلئے نرم اور کفار کے لئے سخت ہوں گے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت نہ ڈریں گے''۔

حق غالب ہو کر رہتا ہے

میرے بھائی اچھی طرح سمجھ لیں کہ اللہ نے اس دین کی حفاظت اور مدد کرنے وعدہ کیا ہے لہٰذا فتنوں کے دور میں اور ان مشکل لمحات میں اس دین کے مخالفین کی کثرت سے دھوکہ مت کھایئے اس لئے کہ یہ شدت اللہ کی مدد قریب ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں بیان کیا ہے۔اور لوگوں کا اللہ کے دین سے پلٹ کر دشمنان دین کی دوستیوں میں لگ جانا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ عنقریب ان لوگوں کو مٹا کر وہ لوگ لائے گا جو آیات میں مذکورہ صفات سے متصف ہوں گے لہٰذا ثابت قدم رہیے ممکن ہے اللہ آپ کو بھی ان میں شامل کرلے۔اور آپ کو حکم بھی یہی دیا گیا لہٰذا اس حکم پر عمل کرنے والوں میں سب سے پہلے بن جایئے۔اور یہ بھی جان لیں کہ جو شکست خوردہ ہو دوبارہ مقابلے کے وقت سابقہ شکست کے اسباب اس کی راہ میں حائل نہیں ہو پاتے جیسا کہ غزوہ حنین کے دن جب امیر لشکر نے لشکر کے ساتھ ان کے اموال، اولاد اور ان کی بیویوں کو بھی ساتھ ہی لے لیا تاکہ لشکر والے شکست کھا کر بھاگنے کا سوچیں بھی نہیں تو اس موقع پر درید بن صمہ نے اپنے امیر سے کہا کہ [ویحک ان المنهزم لا یمنعه شئ] ''تیری خرابی ہو شکست خوردہ کو کوئی بھی شئ روک نہیں سکتی''۔آپ سابقہ آیت اور اس میں موجود مومنین کی صفات اور اسباب نصرت پر غور و فکر کریں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلی صفت یہ بیان کی ہے کہ

① "اللہ ان سے محبت کرتا ہوگا"۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ اس محبت کے حصول کی وجہ بیان کرتا ہے کہ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ. (آل عمران:32)﴾ "اے نبی آپ کہہ دیجئے لوگوں اگر تم اللہ کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بھی بخش دے گا"۔

② دوسری صفت یہ بیان کی کہ "وہ مومنوں کے لئے نرم اور کفار کے لئے سخت ہوں گے"۔یعنی آج کل کے بہت سے نام نہاد مسلمانوں کے برعکس وہ مومنوں کے لئے نرم اور کفار کے لئے سخت ہوں گے اور آیت میں مذکور جہاد عام ہے خواہ جہاد بالنفس ہو یا جہاد بالشیطان ہو یا جہاد بالمنافقین ہو یا کفار کے خلاف جہاد ہو۔نفس کے ساتھ جہاد کا معنی ہے کہ آپ اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مشغول رکھیں اور اسے اللہ کے لئے خالص کرلیں حتی کہ اس میں شہرت اور ریاء کاری کا خیال تک نہ رہے جب آپ اس مقام تک پہنچ جائیں گے تو آپ کو کسی کی ملامت کا خوف نہ رہے گا ۔اور شیطان کے خلاف جہاد کرنے کا معنی یہ ہے کہ شیطان اپنے دوستوں کے ذریعے آپ کو خوفزدہ کرکے آپ کے دل میں شبہات پیدا کرکے اور لمبی لمبی امیدیں دلا کر آپ کو اللہ کے دین سے خوفزدہ کرنے کے لئے جو ہتھکنڈے بروئے کار لاتا ہے آپ ان سب کو مسترد کردیں۔اور منافقین کے خلاف جہاد کا معنی ہے کہ ان پر حجت قائم کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَ قُلْ لَّهُمْ فِىٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا(نساء:63)﴾ "اور اے نبی آپ ان (منافقین) سے خود ان کے اپنے بارے میں با مقصد باتیں کہیے"۔اور کفار کے خلاف جہاد کرنے کا معنی ہے کہ ان سے تلوار کے ذریعے مقابلہ کیا جائے اور اس عمل میں اجر عظیم ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ، فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ، يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ.(آل عمران:169-171)

For more books visit our website : http://www.muwahideen.tk

''اور آپ ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے مردے مت سمجھو بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیئے جارہے ہیں اللہ نے انہیں اپنا جو فضل دیا ہے اس پر بہت خوش ہیں اور جو لوگ اب تک انہیں آکر نہیں مل سکے انہیں بشارتیں دیتے ہیں کہ ان پر نہ تو کوئی اندیشہ رہا اور نہ ہی وہ غمگین ہیں وہ اللہ کی نعمت اور فضل اور اس بات کی کہ اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرے گا (بشارتیں دیتے ہیں)''۔

نبی ﷺ نے فرمایا[**للشهيد عندالله خصال يغفر له عند اول دفعة من دمه ويرى مقعده من الجنة ويجار من عذاب القبر ويامن من الفزع الاكبر ويحلى حلية الايمان ويزوج من الحور العين ويشفع فى سبعين انسانا من اقار به**]

شہید کے لئے اللہ کے ہاں چھ خصلتیں ہیں

① اس کا خون گرتے ہی اس کی بخشش کردی جاتی ہے۔

② اسے جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔

③ اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

④ وہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں ہوگا اور اسے ایمان کا زیور پہنایا جاتا ہے۔

⑤ بڑی بڑی آنکھوں والی حور سے اس کی شادی کردی جاتی ہے۔

⑥ اس کے ستّر رشتہ داروں کے متعلق اس کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔

(مسند احمد وغیرہ بسند صحیح)

حق کو کس طرح قائم کریں؟

یہ بھی جان لیں کہ بسا اوقات دین کی عمارت مکمل طور پر ڈھے جاتی ہے بس تھوڑی سی ہی باقی رہتی ہے ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ دیندار لوگ اس طرح کا طرز عمل اختیار کرلیتے ہیں جو عبدالمطلب نے کیا تھا کہ جب ابرہہ حبشی نے خانہ کعبہ کو گرانے کا قصد کیا تو عبدالمطلب نے کہا[**انا رب ابلى والبيت له رب يحميه**] ''میں تو بس اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور یہ گھر تو اس کا مالک بھی ہے جو اسکی حفاظت

کرلے گا''۔ان دینداروں میں سے ہر ایک بھی اپنی اپنی مصلحتوں اور مشاغل کا ذمہ دار اور مالک ہے جبکہ دین کی حفاظت اس کا رب ہی کر رہا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا[لتنقضن عري الاسلام عروة عروة فكلما انتقضت عروة تشبت الناس باللتی تليها فاولاهن نقضاً الحكم وآخرهن الصلاة]''یقیناً اسلام کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹتی چلی جائیں گی اور جیسے ہی کوئی ایک کڑی ٹوٹے گی لوگ اس کے برابر والی تھام لیں گے تو سب سے پہلے (اللہ کا) حکم ٹوٹے گا اور سب سے آخر میں نماز''(احمد۔ابن حبان۔حاکم،بسند صحیح)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ، اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ اتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَ هُمْ.(محمد:13-14)

''اور کتنی ہی بستیاں ایسی ہیں جنہیں ہم ہلاک کر چکے ہیں جو آپ کی اس بستی سے جس کے رہنے والوں نے آپ کو نکال دیا زیادہ طاقتور تھیں تو جو اپنے رب کی جانب سے روشن دلیل پر ہو وہ ان لوگوں کی طرح ہو جن کے لئے ان کا برا عمل خوبصورت بنا کر پیش کیا گیا ہو اور وہ اپنی خواہشوں پر چلنے والے ہوں''۔

لہٰذا اگر آپ بھی روشن دلیل پر ہیں تو تعداد کی کمی زیادتی کی پرواہ نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ،ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ.(7-9)

''اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا اور جن لوگوں نے کفر کیا تو ان کے لئے بربادی ہے اور ان کے اعمال اس نے بہکا دیئے ہیں یہ اس لئے کہ انہوں نے اس دین کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کیا لہٰذا اس نے ان کے

اعمال برباد کرڈالے''۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا:

والحق منصور و ممتحن
حق کی مدد کی جاتی ہے اور اس میں آزمائش کی جاتی ہے
فلا تعجب فهذي سنة الرحمن
لہٰذا آپ تعجب نہ کریں رحمٰن کی سنت یہی ہے

وبذلک یظهر حزبه من حزبه
اور اسی طرح وہ اپنے لشکر کو غالب کرتا ہے
ولاجل ذلک الناس طائفتان
اور اسی کی بناء پر لوگ دوگروہوں میں تقسیم ہیں

فاصدع بأمر الله لا تخش الورى
لہٰذا آپ اللہ کے حکم کا پرچار کریں اور مخلوق سے نہ ڈریں
فی الله واخشاه تفز بأمان
اور صرف اللہ کے لئے کریں اور اسی سے ڈریں
تو آپ بلاخوف وخطر کامیاب ہوجائیں گے

واهجر ولو کان الورى فی ذاته
اور اللہ کے لئے اگر ساری خلقت کو چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دو
لا فی هواک ونخوة الشیطان

مگر ایسا اپنی خواہش یا شیطانی گھمنڈ کی بناء پر نہ کریں

واصبر بغير تسخط وشكاية
اور ناراضگی یا شکوہ کئے بغیر صبر کرتے رہیں
واصفح بغير عتاب من هو جان
اور مجرموں سے کسی طرح کی سزا دیئے بغیر درگزر کرتے رہیں

اقامت حق کی راہ میں چند واجب العمل ہدایات

یعنی اقامت حق کے دوران کتاب وسنت میں موجود احکام، اوامر، نواہی، واجبات، محرمات وغیرہ سب کا لحاظ رکھنا چاہیے مکمل طور پر اطاعت اختیار کرکے ہر نافرمانی سے بچنا چاہیے جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہی اسباب نصرت ہیں۔ از مترجم

فائدہ: جو شخص بھی ملت ابراہیم علیہ السلام کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہو اس کے لئے اس فائدہ سے واقف ہونا ضروری ہے اور اسی فائدے کے ذریعے ہی اس کے دشمن کے سامنے اس کے موقف کا اظہار ہوگا۔ (اور یہ فائدہ ماحصل ہے اس طرز عمل کا جو دشمن کے خوف اور اس سے ملاقات کے وقت اظہار حق کے ساتھ اور ملاقات کے بعد اس حق پر ثابت قدمی کے ساتھ اختیار کیا جاتا ہے اس فائدے سے مراد کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ مترجم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [**يا ايها الناس لا تتمنوا لقاء العدو وسلوا الله العافية فاذا لقيتموهم فاصبروا واعلموا ان الجنة تحت ظلال السيوف**] ''اے لوگو دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو، اور اللہ سے عافیت مانگو پھر اگر ان سے تمہارا مقابلہ ہوجائے تو صبر سے کام لو اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے'' (بخاری مع الفتح کتاب الجہاد: 120/1)۔

یعنی دشمن سے مقابلے کی خواہش نہیں کرنا چاہیے بلکہ جس قدر ممکن ہو مقابلے سے بچنا چاہیے لیکن اگر مقابلہ ہوجائے تو پھر ثابت قدمی سے لڑنا چاہیے بزدلی یا پیٹھ نہیں دکھانی چاہیے نہ ہی دشمن کی قوت سے مرعوب ہونا چاہیے محض اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔ از مترجم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاسْتَمْسِکْ بِالَّذِیْ أُوْحِيَ اِلَیْکَ اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ.

''اے نبی آپ کی طرف جو وحی کی جاتی ہے اسے مضبوطی سے تھام لیں یقیناً آپ صراط مستقیم پر ہی ہیں''۔ نیز فرمایا:

وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰی اِلَیْکَ وَاصْبِرْ حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ وَھُوَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ.

''اے نبی آپ کی طرف جو وحی کی جاتی ہے اسی پر چلتے رہیے اور صبر سے کام لیں حتیٰ کہ اللہ فیصلہ دے دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے''۔

نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام [وانه من يعش منكم فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدى عضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور]''اور (میرے صحابہ) تم میں سے جو میرے بعد تک زندہ رہے گا وہ بہت سا اختلاف دیکھے گا لہٰذا تم پر میرا طریقہ اور میرے بعد میرے خلفاء الراشدین مہدیین کا طریقہ لازم ہے اسے تم اپنی داڑھوں سے مضبوط پکڑ لو اور اپنے آپ کو دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنے سے بچاؤ''۔(ابوداؤد ۔ترمذی۔احمد،ابن حبان بسند صحیح)

نبی علیہ السلام کی اس پیشین گوئی کے مطابق بہت سے اختلافات اور نظریات رونما ہو چکے ہیں لہٰذا میرے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کو مکمل طور پر اختیار کر لیجئے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِذَا رَاَیْتَھُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُھُمْ وَ اِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ کَاَنَّھُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْھِمْ ھُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْھُمْ قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ. (المنافقون:4)

''اور جب آپ انہیں (منافقین) دیکھیں گے تو ان کے جسم آپ کو خوشنما لگیں گے اور اگر وہ کچھ کہیں گے تو آپ ان کی بات بھی سن لیں گے گویا کہ وہ گڑی ہوئی لکڑیاں ہیں وہ ہر سخت

آواز (حکم۔وعید) کو اپنے خلاف تصور کرتے یں یہی حقیقی دشمن ہیں ان سے بچ کر رہیں اللہ انہیں ہلاک کرے کہاں بہکائے جا رہے ہیں"۔

(یعنی اقامت حق کے دوران اپنی صفوں میں موجود منافقین کی جانب سے ہوشیار رہنا چاہیے اور ان کے دھوکوں اور چالوں میں نہیں آنا چاہیے کیونکہ وہ ہر مشکل موقع پر اہل حق کو پسپائی اختیار کرنے پر آمادہ یا مجبور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور خود تو بزدلی اور پسپائی اختیار کر ہی لیتے ہیں۔مترجم)

نیز فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (انفال:45)

"اے ایمان والو جب تم کسی جماعت سے مقابلہ کرو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کرتے رہو تا کہ تم جیت جاؤ"۔

اور وہ فائدہ جو ہم بیان کرنا چاہتے تھے وہ دشمن سے مقابلے کے وقت بکثرت اللہ کا ذکر کرنا ہے بہت سے اہل خیر سے یہ رہ جاتا ہے (جیسا کہ بکثرت ذکر اللہ کے مطالبے سے یہ اشارہ ملتا ہے نیز ذکر کرنے سے صرف صبح وشام کے ودیگر اذکار ہی مراد نہیں بلکہ اس سے ان کے ساتھ ساتھ اظہار حق بھی مراد ہے خواہ حالات کتنے ہی ناسازگار ہوں۔مترجم)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث ملاحظہ ہو کہتے ہیں کہ [**بایعنا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم علی السمع والطاعة فی الیسر والعسر والمنشط والمكره، والا ننازع الامر اهله وان نقول بالحق حیثما كنا لا نخاف فی الله لومة لائم ولنا الجنة**] "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر بیعت کی کہ سن کر اطاعت کریں گے خواہ آسانی ہو یا تنگی، خوشی سے یا با دل نخواستہ اور اس بات پر کہ ہم صاحب امر کی مخالفت نہ کریں گے اور اس بات پر کہ ہم جہاں بھی رہیں ہمیشہ حق بات کہیں گے ہم اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں گے، اور بدلے میں ہمارے لئے جنت ہوگی" (متفق علیہ)۔ہمارے موقف کی دلیل حدیث کے یہ الفاظ ہیں "اور ہم جہاں بھی

رہیں ہمیشہ حق بات کہیں گے'' ذرا سوچئے اس وقت مسلمانوں کی تعداد ہی کتنی تھی اور نبی علیہ السلام کو کس مملکت کی پشت پناہی حاصل تھی؟ جواب یقیناً یہی ہے کہ نہ تو وہ زیادہ تعداد میں تھے نہ ہی ان کی کسی طرح کی تیاری تھی بلکہ وہ تو تشدد اور اذیتوں کی چکی میں پسے ہوئے لوگ تھے اس کے باوجود آپ نے انہیں خاموشی اختیار کرنے کی اجازت نہ دی کیونکہ دین چھپائے جانے والی شئے نہیں اور اس کے اظہار میں اس کے دشمنوں سے اعلان دشمنی میں لامحالہ تکالیف آتی ہیں بے گھر ہونا پڑتا ہے جیسا کہ ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا[**انه لا ياتى احد بمثل ما جئت به الا عودى**]'' آپ سے پہلے جو بھی اس طرح کی دعوت لایا اس سے دشمنی روا رکھی گئی ہے''(بخاری)۔ یہاں پر لوگ تین جماعتوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔

① مفاہمت اور خاموشی اختیار کرتی ہے، اظہار دشمنی نہیں کرتی اور یہ خلاف سنت ہے لیکن افسوس اکثر نام نہاد مسلمان ایسے ہی ہیں۔

② یہ لوگ کوشش بھی کرتے ہیں اور اعلان جنگ بھی لیکن باطل پرستوں کے درمیان ہی رہ رہے ہوتے ہیں یہ لوگ بھی سنت کو سمجھنے میں غلطی کر رہے ہوتے ہیں (تیسری جماعت کا تذکرہ چند صفحات کے بعد ہے)

پہلی جماعت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو دلیل بناتی ہے۔فرمایا:﴿**وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا**.(انفال:61)﴾''اور اگر وہ مفاہمت کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی مفاہمت کی جاب مائل ہو جائیں''۔ایسے ہی صلح حدیبیہ کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

جواب جہاں تک آیت کا تعلق ہے تو سورۃ محمد کی آیت قتال اس کی وضاحت کرتی ہے فرمایا:﴿**فَلَاتَهِنُوْا وَ تَدْعُوْآ اِلَى السَّلْمِ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَ اللهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ**.(محمد:35)﴾''پس تم بزدلی نہ دکھاؤ اور نہ ہی مفاہمت کی طرف مائل ہو اور تم ہی غالب ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال ہرگز برباد نہ کرے گا''۔سورۃ محمد اور سورۃ انفال کی ان دونوں آیات میں تضاد امام شنقیطی رحمہ اللہ تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں: سورۃ محمد اور سورۃ انفال کی ان

For more books visit our website : http://www.muwahideen.tk

دونوں آیتوں میں تضاد نہیں ہے کہ ایک کو دوسری کے لئے ناسخ قرار دیا جائے بلکہ یہ دونوں ہی غیر منسوخ ہیں اوران دونوں میں سے ہرایک کا الگ الگ شان نزول ہے۔سورۃ محمد کی آیت میں بزدلی اورمفاہمت سے روکنے کا مطلب ہے پہل کرنے سے روکنا،اورسورۃ انفال کی آیت میں مفاہمت کی اجازت کا مطلب ہے کہ اگر کفار مفاہمت کا مطالبہ کریں تواس کی جانب میلان رکھنا جائز ہے۔

اقامت حق کی راہ میں حائل چند شبہات کا رد

جیسا کہ آیت سے ہی واضح ہے فرمایا:﴿وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَاوَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ.(انفال:61)﴾ ''اوراگروہ مفاہمت کی جانب مائل ہوں تو آپ بھی مفاہمت کی طرف مائل ہوجایئے،اور پھراللہ پربھروسہ کیجئے''۔لہٰذاہمارے لئے دونوں آیات کا صحیح معنی واضح ہوگیااورسنت بھی یہی وضاحت پیش کرتی ہے۔اوراب صلح حدیبیہ کی دلیل کا صحیح معنی بھی ملاحظہ ہو:

ا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوجب یہ اطلاع ملی کہ کفارنے اپنی سارے لشکراکھٹے کرلئے اوراپنے حلیفوں سے بھی مدد طلب کی ہے تاکہ آپ کواورآپ کے صحابہ کوروک دیں تو آپ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا کہ جوقبائل قریش کی اس جنگ میں ان کی مددکرنا چاہتے ہیں ان کے اموال واولاد پرٹوٹ پڑیں یا کیا کریں؟ تو ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے اشارہ دیا کہ جس مقصد کے لئے آئے ہیں اس حصول کے لئے سفرجاری رکھیں اوراگرانہوں نے چھیڑا توان سے قتال کریں گے۔

ب) اس پختہ عزم کے بعد ایک نشانی ظاہرہوئی جس سے ان پرواضح ہوا کہ ابھی انہیں قتال کی اجازت نہیں ہے وہ نشانی یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی رہی اوراس نے اٹھنے سے انکارکردیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بتایا کہ جس طرح اللہ نے ہاتھیوں کالشکر مکہ سے روک دیا تھااسی طرح اونٹنی کوبھی روک رکھا ہے۔

ج) اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اس ذات کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے یہ لوگ کسی بھی ایسے معاملے کا مطالبہ نہیں کریں گے جس میں وہ اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کررہے ہوں مگر میں پھربھی اسے قبول کرلوں گا۔(کیونکہ اونٹنی کااڑجانا اللہ کی مرضی کی طرف اشارہ کررہا تھا)

د نبی علیہ السلام نے انہیں پیشکش کی کہ اگر وہ آپ اور لوگوں کے درمیان سے ہٹ جائیں (یعنی دعوت کے کام میں رکاوٹ نہ ڈالیں) تو آپ ان سے ایک مشروط معاہدہ کرنے کے لئے تیار ہیں اور اگر وہ انکار کریں تو آپ ان سے قتال کریں گے چنانچہ آپ نے فرمایا"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر انہوں نے انکار کر دیا تو میں اپنے اس دین کے معاملے میں اس وقت تک لڑتا رہوں گا جب تک میری گردن الگ نہ ہو جائے یا اللہ ہی اپنا دین نافذ کر دے"۔

ان سابقہ نکات سے واضح ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمن کے حامیوں تک پر حملہ کرنے کا عزم کر لیا تھا لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اصل مقصد کے حصول کی طرف توجہ مبذول کروادی اور اس کی فوتگی کی صورت میں غلبہ دین تک قتال کی جانب۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے صلح پر آمادہ کرنے والی چیز اللہ کی حرمتوں کی تعظیم تھی اس کے باوجود آپ نے ان کے سامنے شرط رکھی کہ وہ آپ کے اور لوگوں کے درمیان سے ہٹ جائیں۔لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کفار سے صلح نہ کی تھی بلکہ آپ نے صرف ایک باب بند کیا تھا تا کہ دوسرا کھول لیں علاوہ ازیں اس مصالحت نے کفار سے صحابہ کی دشمنی اور نفرت میں ذرا بھی تبدیلی نہ کی بلکہ بغض وعدوات نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دونوں کی جانب سے برابر برقرار اور ظاہر رہا حتی کہ ابوسفیان سردار قریش جب صلح کا معاہدہ لکھوانے آیا تو بلال رضی اللہ عنہ اس سے بالمشافہ کہنے لگے"ابھی تک اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن پر وار نہیں کیا ہے"ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سن کر ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ"سردار قریش سے اس طرح بولتے ہیں"۔پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا[لعلک اغبضتهم فان كنت اغبضتهم فقد أغبضت ربک]"ابوبکر شاید تو نے اپنے ساتھیوں کو ناراض کر دیا اور اگر تو نے انہیں ناراض کر دیا تو گویا اپنے رب کو ناراض کر دیا"(مسلم)۔(علاوہ ازیں جب ھدی کے جانور قربان کئے تو خود نبی علیہ السلام نے وہ اونٹ قربان کیا جو کبھی ابوجہل کے پاس ہوا کرتا تھا تا کہ مشرکین کو غصہ دلا سکیں۔مترجم)

گذشتہ سطور سے معلوم ہوا کہ ان کے پیش کردہ دلائل ان کے حق میں مفید نہیں ہیں کیونکہ وہ تو خود ہی صلح میں پہل کرتے ہیں جبکہ ایسا کرنے میں نہ تو کوئی دینی مصلحت ہے نہ ہی اللہ کی حرمات کی تعظیم

For more books visit our website : http://www.muwahideen.tk

بلکہ یہ سب ڈھونگ اس لئے ہے تا کہ ان جیسے طرز زندگی اور ان سے خاص الفت کو برقرار رکھا جا سکے ۔البتہ کسی مصلحت کی بناء پر مصالحت کرنا امام کے لئے جائز ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم 123/12 میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

دوسری جماعت سے ہم کہیں گے کہ ان کا عمل سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اگر چہ کفار کے خلاف قتال کرنا امر مطلوب ہے لیکن نبی علیہ السلام جب کفار کے درمیان رہ رہے تھے تو ان کے سامنے حق کھول کر بیان کرتے اور اس سلسلے میں اذیتیں برداشت کرتے خود بھی صبر کرتے دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرتے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ خانہ کعبہ کے سائے میں ایک چادر اوڑھے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور ان دنوں ہمیں مشرکین کی جانب سے سخت تکالیف کا سامنا تھا میں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ ہمارے لئے دعا نہیں کریں گے یہ سن کر آپ غصے کی حالت میں بیٹھ گئے اور فرمانے لگے [**لقد كان من قبلكم ليمشط بمشاط الحديد مادون عظامه من لحم اوعصب، ما يصرفه ذلك عن دينه ، وليتمن الله هذا الامر حتى يسير الراكب من صنعاء الى حضرموت ما يخاف الا الله والذئب على غنمه ولكنكم قوم تستعجلون**] ”تم سے پہلے لوگوں پر لوہے کی کنگھیاں پھیری جاتی گوشت کو ہڈیوں سے نوچ نوچ کر الگ کر دیا جاتا یہ چیز انہیں ان کے دین سے نہ پھیر سکی اور ان کی مانگ پر آرا رکھ کر چلا دیا جاتا انہیں دو لخت کر دیا جاتا اس نے انہیں ان کے دین سے نہ پھیرا اور اللہ اس دین کو ضرور پایہ تکمیل تک پہنچائے گا حتی کہ صنعاء سے حضر موت تک ایک سوار سفر کرے گا اسے اللہ کے سوا کسی (ڈاکو لٹیرے وغیرہ) کا خوف نہ ہوگا۔اور بھیڑیا بکریوں کی چوکیداری کرے گا لیکن تم لوگ جلد باز ہو“۔(بخاری مع الفتح:164/7-619/7)

غور کیجئے یہ ہے نبی علیہ السلام کی سیرت آپ نے صبر کی تلقین کی اور انہیں ان سے پہلے گزرے ہوئے ثابت قدم لوگوں کی مثالیں دیں ان کی حوصلہ شکنی نہیں کی اور نہ ہی ان حالات میں انہیں مقابلے کی اجازت دی البتہ یہ خبر دے دی کہ یہ دین ایک نہ دن ضرور غالب ہوگا۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ عقیدہ قصیدہ نونیہ میں فرماتے ہیں:

واذا هم حملوا عليك فلا تكن
فزعا لحملتهم ولا بجبان

اور جب وہ آپ پر حملہ کردیں تو آپ ان کے حملے
سے نہ توڑریں اورنہ ہی بزدلی کا مظاہرہ کریں

واثبت ولا تحمل بلا جند فما
هذا بمحمود لدى الشجعان

اور ثابت قدم رہیں اور جمعیت کے بغیر حملہ مت کریں
کیونکہ بہادر سے بہادر لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے

فاذا رأيت عصابة الاسلام قد
وافت عساكرها مع السلطان

پھر جب اسلام کے محافظوں کے بہت سے
لشکر امام کی معیت میں مہیا ہوجائیں

فهناك فاخترق الصفوف ولا تكن
بالعاجز الواني ولا الفزعان

پھر صفوں کو چیر کر رکھ دو
نہ سستی دکھاؤ نہ ڈرو یا گھبراؤ

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ [**استخرجهم كما استخرجوك وجاهد**

بمن اطاعک من عصاک]"انہیں باہر نکال کر جس طرح انہوں نے تجھے نکال باہر کیا اور اپنے فرمانبرداروں کے ساتھ مل کر اپنے نافرمانوں کے خلاف جہاد کر"۔(صحیح مسلم)

معلوم ہوا کہ جب اسلامی جماعت فراہم ہو جانے کے بعد جذبہ اطاعت بھی پایا جائے پھر قتال ہوتا ہے ابن قیم رحمہ اللہ کے تیسرے اور چوتھے شعر کا یہی معنی ہے۔

حق کے مصائب جھیلنے، اسکے لئے لڑنے اور پھر حق کو قائم کر دینے والی جماعت

③ اس جماعت کے افراد ہمیشہ حق کہتے ہیں، استقامت اختیار کرتے ہیں، نہ بزدلی دکھاتے ہیں، نہ عاجز آتے ہیں، اللہ کے وعدوں پر کامل یقین رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ، اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ، الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ....وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ. (حج:38-40)

"بے شک اللہ ان لوگوں کا دفاع کرتا ہے جو ایمان لے آئے، اللہ یقیناً ہر خائن اور ناشکرے کو ناپسند کرتا ہے، جن لوگوں سے لڑائی کی جارہی ہے انہیں اجازت دی جاتی ہے (کہ جواب دیں) کیونکہ ان پر ظلم کئے گئے۔ اور اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے، جن لوگوں کو ان کے گھروں سے صرف اس لئے نکالا گیا کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہی ہے............اور اللہ ان کی ضرور مدد کرتا ہے جو اس کی مدد کریں"۔

❁ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا:[**اذا سكت العالم تقية و الجاهل يجهل فمتى يتبين الحق**]"جب عالم تقیہ کر کے خاموشی اختیار کرلے اور جاہل ویسے ہی جاہل ہوتا ہے تو حق کب واضح ہوگا"۔

For more books visit our website : http://www.muwahideen.tk

۞ غزوہ احد جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شدید نقصان اٹھانا پڑا اس کے اختتام پر ابوسفیان سردار قریش (اس جنگ میں دشمنوں کے کمانڈر تھے مگر بعد میں اسلام لے آئے تھے رضی اللہ عنہ) کہنے لگے کیا تم لوگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ؟ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفقاء سے کہا ''اسے جواب مت دو'' پھر ابوسفیان نے پوچھا کیا ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) ہیں؟ آپ نے فرمایا ''اسے جواب نہ دو''۔ پھر اس نے پوچھا کیا لوگوں میں عمر بن خطاب ہے؟ پھر خود ہی کہنے لگا یہ سب قتل کر دیئے گئے اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے اب عمر بن خطاب اپنے آپ کو جواب دینے سے روک نہ سکے اور کہنے لگے اللہ کے دشمن تو جھوٹ بکتا ہے اللہ نے ابھی ان لوگوں کو باقی رکھا ہے جو تجھے رسوا کریں گے۔ ابوسفیان نے یہ سن کر نعرہ لگایا ''**اعلی هبل** '' ہبل کی جے ہو۔ اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے جواب دو صحابہ کہنے لگے کیا کہیں فرمایا کہو ''**الله اعلیٰ و اجل** '' یعنی اللہ ہی بزرگ و برتر ہے۔

میرے عزیز بھائی غور کیجئے گا شروع میں نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خاموش رہنے کا حکم دیا پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تو اس کے بعد کسی بھی طرح کی رورعایت یا ڈر خوف کے بغیر جواب دینے کا حکم دیا۔ جوابی نعرہ سن کر ابوسفیان کہنے لگا ''**لنا العزى لا عزى لكم** '' ہمارا تو عزی ہے تمہارا کوئی عزی نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کے جواب میں کہو ''**الله مولانا لا مولیٰ لكم** '' اللہ ہمارا مددگار ہے تمہارا کوئی مددگار نہیں ۔ پھر ابوسفیان نے کہا کہ تمہارے مقتولین کا مثلہ کیا گیا ہوگا لیکن میں نے ایسا کرنے کو نہیں کہا تھا لہٰذا اس سلسلے میں مجھے برا نہ کہنا۔ (صحیح البخاری)

بعض لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ اگر وہ اہل خیر کے خلاف ظالموں کی مدد نہ کرتا تو ظالموں کے ان اہل خیر پر ظلم کے سبب ان سے کبیدہ خاطر بھی نہ ہوتا (جس طرح اس حدیث کے مطابق ابوسفیان نے مشرکین کی مدد کی اور مشرکین نے مسلمانوں کا مثلہ کیا تو ابوسفیان اس پر کبیدہ خاطر ہوا اور اس سے لاتعلقی کا اظہار بھی کیا لیکن مدد تو بہر حال ظالموں کی ہی کی تھی۔ مترجم)

۞ ایسے ہی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا قصہ بھی ہمارے موقف کی دلیل ہے صحیح بخاری میں ہے کہ جب سعد رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے ہاں مہمان ہوئے تو اس سے کہنے لگے کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کرنا

چاہتا ہوں لہٰذا میرے لئے ایسا موقع تلاش کرو جب بیت اللہ خالی ہو بہر حال آدھے دن کے وقت وہ نکلے تو ابو جہل کی ان سے ملاقات ہوگئی وہ کہنے لگا ابوصفوان، امیہ بن خلف کی کنیت ہے، یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا کہ سعد ہیں ابو جہل نے کہا میں تجھے بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھ رہا ہوں جبکہ تم نے صابیوں (یعنی مسلمانوں) کو پناہ دے رکھی ہے اور میرا خیال ہے تم ان کی مدد بھی کر رہے ہو اللہ کی قسم اگر تو ابوصفوان کے ساتھ نہ ہوتا تو صحیح سلامت اپنے گھر نہ لوٹتا۔ یہاں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جواب ملاحظہ ہو انہوں نے کمزوری یا بزدلی یا خوف کا مظاہرہ کئے بغیر یا سوچ سمجھے بغیر کہ وہ انہیں قتل بھی کر سکتا ہے یا ان کا کھانا پینا بھی بند کر سکتا ہے با آواز بلند جواب دیا (واضح رہے کہ یہ مدینہ کے سردار تھے اور نبی علیہ السلام کے جانثار انصاری صحابی تھے) کہنے لگے اللہ کی قسم اگر تو نے مجھے روکا تو اس سے بھی بڑے کام یعنی مدینہ میں بغرض تجارت آنے سے تیرا راستہ روک دوں گا۔ یہ صورتحال دیکھ کر امیہ نے کہا کہ وادی کے سردار ابوالحکم سے اونچی آواز میں بات مت کر سعد رضی اللہ عنہ نے کہا امیہ مجھے مت روک اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ تجھے قتل کر کے رہیں گے۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا غزوہ بدر میں اللہ نے اسے ہلاک کر دیا)

اس قصے پر غور کیجئے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں احتیاط سے کام لیا اور امیہ سے کہا کہ میرے طواف کے لئے تنہائی کا موقع تلاش کر لیکن احتیاط کے باوجود جب ابو جہل سے ٹکراؤ ہو گیا ہو گیا تو پھر ثابت قدم رہے اور ذلت کی راہ اختیار نہ کی اہل ایمان کی یہی علامت اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ.

''اور عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کی ہے لیکن منافقین اس بات کو جانتے نہیں ہیں''۔

❀ خبیب ابن عدی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیں صحیح بخاری میں ہے جب دشمن انہیں قید میں رکھنے کے بعد مقتل لے گیا وہاں انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں اور کہا اللہ کی قسم اگر تم مجھے موت سے خائف نہ سمجھتے

تو میں نماز لمبی پڑھتا پھر فرمانے لگے:

فلست ابالی حین اقتل مسلما

جبکہ میں اسلام پر قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے ذرہ پرواہ نہیں

علی ای جنب کان فی الله مصرعی

کہ اللہ کی خاطر اپنے کس پہلو پر گرتا ہوں

وذلک فی ذات الالہ وان یشاء

اور یہ سب معبود کی خاطر ہے اور اگر وہ چاہے

یبارک علی اوصال شلو ممزع

تو کٹے پھٹے اعضاء پر بھی برکتیں اتار دے

''اللھم اجعلنا منھم''

راہ حق سے پھیر دینے والے اسباب

کچھ لوگ اس وقت تک دین پر قائم رہتے ہیں جب تک کسی تکلیف کا سامنا نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ. (عنکبوت:10)

''بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اللہ کی خاطر انہیں تکلیف دی جائے تو لوگوں کی آزمائش کو اللہ کا عذاب سمجھنے لگتے ہیں''۔

اس کے برعکس کچھ لوگ ہر حال میں دین حق پر قائم رہتے ہیں خواہ آسانیاں ہوں یا مشکلات۔ پہلی طرح کے لوگ جو الگ ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اللہ نے ان کی جزاء یہ بیان کی کہ ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ﴾ ''دنیا اور آخرت میں خسارے میں رہے''۔ جبکہ دوسری طرح کے مومنوں کی جزاء صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ واقعہ بیعت عقبہ میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ [یاخذ علینا

شرطه ويعطينا على ذلک الجنة]''آپ ہم سے اپنی شرط منواتے اور اس کے بدلے میں ہم سے جنت کا وعدہ کرتے'' (بخاری و مسلم)۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ آزمائش کے وقت ظالم غالب لوگ مغلوب مظلوموں پر بڑے ظلم ڈھاتے ہیں اس سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ صحیح مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کی تو انہوں نے ایک شرط یہ بھی لگائی کہ ''اگر تم میں سے کوئی ہم میں پلٹ آیا تو ہم اسے تمہیں واپس نہ کریں گے لیکن ہم میں سے اگر کوئی تمہارے پاس آ گیا تو تم اسے ہمیں واپس کرو گے''۔ یہ شرط سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اس شرط کو معاہدے میں لکھ دیں؟ آپ نے فرمایا [**نعم ان من ذهب منا اليهم فابعده الله ومن جاء نا منهم سيجعل الله له فرجا ومخرجا**]''ہاں کیوں ہم میں سے جو ان کے پاس پلٹ گیا اللہ نے اسے دور کر دیا اور ان میں سے جو ہمارے پاس آیا اللہ عنقریب ان کے لئے کشادگی اور نکلنے کی کوئی راہ نکالے گا''۔ لہٰذا جن لوگوں کو اللہ ہی نے دھتکار دیا ہو ان کے لئے پریشان مت ہوں۔

﴿**فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ آيَاتِ اللهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ اِنَّ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَا هُمْ بِبَالِغِيْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ**. (غافر:55-56)﴾ ''پس آپ صبر کئے رہیں اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے اور اپنے گناہ کی بخشش چاہتے رہیں اور صبح و شام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے رہیں بے شک جو لوگ اللہ کی آیات میں کسی دلیل کے بغیر جھگڑ رہے ہیں ان کے دلوں میں تکبر کے سوا کچھ نہیں ہے جس تک وہ پہنچ نہیں سکتے ہیں سو آپ اللہ سے پناہ مانگتے رہیے بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے''۔

ایک اور سبب یعنی عہدے اور دنیا کی محبت

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الحسنہ والسیئۃ'' کی فصل ''حب الریاسۃ والعلو'' ریاست و مرتبے کی چاہت میں فرمایا: ''نفس انسانی اپنی گنجائش کے مطابق ریاست و مرتبے کی چاہت سے لبریز

ہوتا ہے۔آپ انہیں دیکھیں گے کہ جو ان کی خواہشات سے اتفاق کر لے اس کو تو دوست بنا لیتے ہیں اور جو ان کی خواہشات کی مخالفت کر دے اس کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں۔در حقیقت ان کا معبود ان خواہشات اور چاہتیں ہی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا﴾''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے کیا پس آپ اس کے وکیل ہو سکتے ہیں''۔اور اس باب میں لوگ اس کے پاس اس طرح جمع ہو جاتے ہیں جس طرح ترکوں کے کافر اور مشرک بادشاہوں اور دیگر بادشاہان کے پاس جمع ہو جاتے تھے اور پھر یہ لوگ ان کے رنگ میں رنگ کر ہر ایک سے کہتے ہیں''یار باغي''یعنی''دوست ہے یا دشمن''پھر جو ان کی خواہشات سے اتفاق کر لے اسے دوست بنا لیتے ہیں اگر چہ وہ کافر اور مشرک ہی ہو اور اگر وہ ان کی خواہشات سے اتفاق نہ کرے اسے دشمن قرار دیتے ہیں اگر چہ ولی اللہ اور متقی پرہیز گار ہی ہو فرعون کا بھی یہی حال تھا کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو چاہتا ہے کہ اس کے حکم کی ہر حال میں اطاعت کی جائے یہ فرعون کی طرح دعویٰ الوہیت تو نہیں کرتا نہ ہی خالق کا انکار کرتا ہے بلکہ خالق کو مانتا ہے لیکن اگر کوئی انہیں اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی طرف دعوت دے جسے قبول کرنے کی صورت میں ان کی اطاعت بھی ترک کر دی جائے گی تو اس سے ایسی عداوت اختیار کر لیتے ہیں جس طرح فرعون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔اور اکثر لوگ جن کے پاس کچھ عقل اور ایمان بھی ہوتا ہے وہ اس حد تک تو مطالبہ نہیں کرتے بلکہ جو ان کے پاس ہوتا ہے ان کے مفادات تک اپنی اطاعت کا مطالبہ کرتے ہیں۔اگر یہ مسلمان ہوں تو ان کا مطالبہ ہوتا ہے کہ ان کے مفادات کی ہر اگر چہ ایسا کرنے میں گناہ اور اللہ کی نافرمانی ہی ہو اور جو ان کے خواہشات میں ان کی بات مان لی جائے وہ ان کے نزدیک اس شخص سے زیادہ محبوب اور محترم ہوتا ہے جو ان کی خواہشات کی مخالفت کر کے اللہ کی اطاعت کرے یہ بھی فرعون اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دیگر منکرین کی حالت ہی کی ایک قسم ہے اور اگر یہ عالم یا مرشد ہوں تو جو ان کی تعظیم کریں ان سے تو محبت کرتے ہیں اور جو ان جیسے دیگر کی تعظیم کریں ان کی نہ کریں اس سے محبت نہیں کرتے اگر چہ دونوں ہی ایک ہی کتاب پڑھنے والے ہوں مثلاً قرآن شریف یا دونوں ہی

ایک جیسی عبادت کرنے والے ہوں مثلاً پانچ فرض نمازیں پھر بھی زیادہ محبت اسی سے کرتے ہیں جوان کی بات مانے اور دوسروں سے زیادہ ان کی فرمانبرداری کرے بلکہ کچھ تو دوسرے کے معتقدین سے حسد اور بغاوت کی بنیاد پر نفرت تک کرتے ہیں جیسا کہ یہود کا طرز عمل رہا ہے کہ جب اللہ نے محمد ﷺ کو نبی بنایا اور آپ نے بھی وہی دعوت دی جو موسیٰ علیہ السلام دیتے رہے تو یہود اس کے باوجود آپ کی تکذیب کی کہ یہ نبی ہم میں سے کیوں نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِذَا قِيْـلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآئَهٗ وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ. (بقرۃ:92)

''اور جب ان (یہود) سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو نازل کیا ہے اس پر ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس کے سوا ہے اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں حالانکہ حق وہی ہے جو ان کے پاس ہے اس کی تصدیق بھی کرنے والا ہے''۔

نیز فرمایا:

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ اِلَّا مِنْ بَعدِ مَا جَاءَ تْهُمُ الْبَيِّنَةَ.

''اور اہل کتاب نے علیحدگی اختیار نہیں کی مگران کے پاس واضح دلیل آجانے کے بعد''۔

وَمَا تَفَرَّقُوْا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ.

''اور انہوں کے آپس میں بغاوت کا پلان بنا کر علیحدگی اختیار نہیں کی مگران کے پاس علم آجانے کے بعد''۔

تذکرہ ایک مرد کا

شیخ محمد بن جمیل غازی علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ: ''وہ تقاریب میں آنے جانے والی ایسی شخصیت نہ تھے جنہیں کلمات تحسین اور حد سے زیادہ تعریف خوش کر دیتی ہو اور جن کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اور چاہنے والوں کا ان کے گرد مجمع لگا رہے بلکہ وہ حق کے بندے تھے جہاں حق ڈھل

جاتا وہ بھی وہیں ڈھل جاتے اور جہاں حق مائل ہوجاتا وہ بھی وہیں مائل ہوجاتے وہ ایسی شخصیت تھے جو صراط مستقیم پر چلتے ہی رہتے اور اس پر چلنے والوں کی قلت انہیں وحشت میں مبتلا نہ کرتی اور گمراہی سے الگ رہتے اور گمراہوں کی کثرت انہیں مرعوب نہ کرتی ۔وہ واقعتاً بقول خود مرد ملّت تھے نہ کہ مرد دولت ۔

اختتامیہ

آخر میں ہم اپنا یہ رسالہ ایک بھائی کی نظم پر ختم کرنا چاہیں گے یہ نظم اس مرد مومن کی حالت بیان کرتی ہے جسے اللہ نے علم نافع کے حصول ،سنت مطہرہ کی مدد اور سنت مطہرہ کی تحقیق اور اس پر عمل سے دور معاشرے میں اس کا پرچار کرنے کی ہدایت سے نواز رکھا ہو ایک ایسا معاشرہ جس میں دھوکے میں ڈال دینے والے اسباب بکثرت موجود ہوں جو لوگوں کو اللہ کی سیدھی راہ پر چلنے سے روک رہے ہوں ۔

نظم

عبد سری فی لیلة ظلماء ... هربا بتقواه من الفحشاء

هربا من الفتن التی احاطت به ... من فتنة السراء والضراء

ایک بندہ جو اندھیری رات میں ... لینے والے خوشحالیوں اور بدحالیوں

بے حیائیوں اور چار سو سے گھیر ... کے فتنوں سے بھاگ چلا

عبد فتی فی مستهل شبابه ... عرف الهدی وطریقة بصفاء

ایک ایسا نوجوان جس نے اپنی نوجوانی میں ہی ... ہدایت اور ہدایت کی روشن راہ پہچان لی

قراء القرآن تفهما وتدبرا ... وکذا اهتدی للسنة الغراء

جس نے سمجھ کر غوروفکر کرکے قرآن پڑھا ... اور ایسے ہی روشن سنت سے رہنمائی لی

ورأی حیاة الصالحین سعیدة ... بالخیر الاصباح والامساء

اورنیکوکاروں کی زندگی کو ہی صبح (دنیا) وشام ... (آخرت) بخیریت کامیاب ہوجانے والی دیکھا

فتشـوقـت نـحـو السـعـادة نفسـه وغـدا يهـد هـد شـوقـه بـخـفـاء

لہٰذا اس کا دل بھی اس کامیابی کا مشتاق بن گیا اور وہ آہستہ آہستہ اپنے اس شوق کو پروان چڑھاتا رہا

حتـى اذا التـزم الهـدى بـعـزيـمة لـلّـه خـالـصة مـن الاهـواء

حتیٰ کہ جب اس نے تمام تر خواہشات سے بچتے خالص اللہ کے لئے ہدایت پر پختگی اختیار کی

نـادت بـه فتـن الـضـلالة جهـرة ودعتـه بـالتـزيـين والاغـراء

تو ''گمراہی کے فتنے'' اسے برملا پکارنے لگے اور زیب و زینت اور چمک دمک کے ذریعے اسے بلانے لگے

وتـزيـنـت دنيـاه فـي اثـوابهـا بـمبـاسـم ونـواظـر كـحـلاء

اور اس کی دنیا کو دلکش ہونٹوں اور سرمگی آنکھوں کے ذریعے رنگ وبو کے مختلف لباسوں میں مزین کرکے پیش کرنے لگے

وغـدت تـغـر الـنـاس فـي اغـوائهـا حتـى اضـلـت اكثـر الـدهـاء

اور لوگوں کو دھوکے سے گھیرنے لگے حتیٰ کہ ان فتنوں نے اکثر بازاری لوگوں کو گمراہ کردیا

ونشـاء بـمـجـتـمـع بـه اختـلط الهدى بـقـوى الـردى والـنـور بـالـظـلـمـاء

اور پھر ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جس میں ہدایت گھٹیا باتوں کے ساتھ اور روشنی اور اندھیروں کے ساتھ خلط ملط ہوگئی

والـنـاس تـاخـذ مـنـه مـا يرضى الهوى فـاذا تـعـارض فهـو فـي اقـصـاء

اور لوگ اس میں اپنی خواہشات پوری کرنے لگے اور اگر آپ ان پر اعتراض کوئی اعتراض کردیں تو وہ دور بھاگتے ہیں

ان جـئـت بـالـحـق الـصـريـح تقيمة وصـدعـت فيـه بسـنـة بيـضـاء

اگر آپ حق صریح کو قائم کرنا چاہیں اور اس معاشرے میں روشن سنت کا پرچار کرنے لگیں

لم يعرفوها قبل ذا من جهلهم — اولم ترد بوصية الآباء

جسے وہ اپنی جہالت یا باپ دادا کی وصیت نہ ہونے کے سبب اس سے پہلے کبھی جانتے تک نہ تھے

قامت قيامتهم وورع جمعهم — ورأوك مبتدعا وذا اغواء

تو ان پر گویا قیامت آجاتی ہے اور وہ سارے ہی سہم جاتے ہیں اور آپ کو کوئی بدعتی (نئی نئی باتیں کرنے والا)یا گمراہ سمجھنے لگتے ہیں

أتريد تبديلا لدين شيوخنا — وطريق العظماء والوجهاء؟

اور کہتے ہیں کیا تو ہمارے بزرگوں اور لیڈروں اور سرداروں کا دین بدلنا چاہتا ہے

ومتى عرفت هدى النبي ودينه؟ — بالامس كنت فتى مع الجهلاء!

اورتو نبی کی سیرت اور ان کے دین سے کب واقف ہوااابھی کل تک تو ایک جاہل نوجوان تھا

فاذا اقمت عليهم حجج الهدى — ودمغت باطلهم بدون خفاء

اور اگر آپ ان پر ہدایت کی حجتیں قائم کردیں اور کسی ابہام کو چھوڑے بغیر ان کے باطل کو شکست دے دیں

قالوا هداك منفر ومشدد واذا — به استمسكت أنت مرائي

تو وہ آپ سے کہیں گے کہ تیری راہ ہدایت توبڑی ہی قابل نفرت اور مشکل ترین ہے اور اگر تو اس راہ پر چلا توتو میرا مخالف ہوا

لما اتاهم بالهدى هذا الفتى — نفروا نفور الحمر والحمقاء

جب یہ جوان ان کے پاس ہدایت لایا وہ گدھوں اورا حمقوں کی طرح بھاگنے لگتے

واستهزأوا بسلوكه وبدينه — وعن الهدى فتنوه بالايذاء

اور اس کی راہ اور اس کے دین کامذاق اڑانے لگے اور ہدایت سے دور کرنے کے لئے اسے تکلیف میں مبتلا کرنے لگے

واذا رأوه يلين او طمعوا بأن ... يصغي لهم فتنوه بلاغراء

اور جب انہوں نے دیکھا کہ وہ کچھ نرم پڑا ہے یا (اس کے نرم نہ پڑنے کی صورت میں)انہوں نے ہی چاہا کہ وہ ان کی جانب جھک جائے

فتن على درب الهدى تغرى الفتى ... واضرهن لفتنة السراء

توچمک دمک کے ذریعے فتنے میں مبتلا کرنے کی کوشش کرنے لگے ہدایت کی گلی پر کھڑے یہ فتنے اس نوجوان کو چکاچوند کرنے لگے

فتضايقت أخلاقه من حاله ... كتضايق الايمان فى الاهواء

اور ان میں سب سے زیادہ نقصان دہ فتنہ خوشحالیوں ،کشادگیوں کا فتنہ تھا پس اس کے اخلاق اس کی حالت سے اکتا گئے جیسے ایمان خواہشات میں اکتاجاتا ہے

بغض الدراسة حيث كان قوامها ... اخلاط سوء شاع فى الجلساء

اسے پڑھائی سے نفرت ہوگئی کیونکہ اس علم کے ذمہ داران ہی مجالس میں موجود عام برائیوں میں مبتلا تھے

بذل النصيحة جهرة وبخفية ... لذويه والاصحاب والزملاء

اس نے اپنے ساتھیوں اور دوستوں کوعلانیہ اور خفیہ دونوں طرح خوب نصیحت کی

لا سيما فى اهله وقرابة ... جهلوا فناداهم بلطف نداء

خاص طور پر اپنے گھر بار اور خاندان میں جو جاہل تھے اس نے انہیں بڑی نرمی سے سمجھایا

لكنهم لم يسمعوا قول الهدى ... لما اتى من اصغر الابناء

لیکن انہوں نے ہدایت کی بات صرف اس لئے نہیں سنی | کہ یہ ان کے بچے کی جانب سے تھی

بل حاربوه بكل امر منكر | ورموه بالتعقيد والاعياء
بلکہ وہ تمام غلط طور طریقے اختیار کرکے اس کے خلاف کھڑے ہوگئے | اور اس پر مجنون سحر زدہ اور نفسیاتی ہونے کے الزامات لگانے لگے

لم ينقموا منه سوى ان قالها | ''الله ربي جهرتي وخفائي''
وہ اس سے صرف اس بات کا انتقام لینے لگے کہ اس کا کہنا ہے | اللہ ظاہراً باطناً ہر طرح میرا رب ہے

زادوه ضيقا بعد ضيقا فالتجا | يشكو الى المولى عظيم بلاء
وہ اس پر روز بروز سختیوں میں اضافہ کرنے لگے | پس مولیٰ مددگار کی طرف گڑگڑا کر اس بڑی مصیبت کا شکوہ کرتے ہوئے

ويقول يا رباه عبدك مومن | انى لأخشى فتنة الدهماء
کہنے لگا اے پروردگار میں تیرا مومن بندہ | ان بازاری لوگوں کے فتنے سے خوفزدہ ہوں

انى اخاف من الضلال واننى | أدعوك فاقبلنى وضعف دعائي
مجھے گمراہ ہوجانے کا اندیشہ ہے میں تجھ سے | دعا گوہوں تو مجھے اور میری کمزور دعائیں قبول فرما

أنقذ غريقا فى الدجى قد راعه | موج بهيج ووحشة الظلماء
تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے کو بچالے جسے گہری ہوتی | تاریکی کی موجیں اور اندھیرے کی وحشت خوفزدہ کررہی ہے

الموج عاصفة الضلال ظلامه | ان الهدى متلبس بخفاء

تاریکی کی موج جس کی تاریکی گمراہی کی آندھی ہیں — ہدایت بڑی آہستگی سے خلط ملط ہوچکی ہے

كيف المقام وكيف لي ان اكتم — الحق الصريح لرهبة ورجاء
کیسے کھڑا رہا جائے اور خوف وامید کی وجہ سے — میں حق صریح کو کس طرح چھپالوں

وبيانه لا بد فيه من السلاح — العلم افلق حجة الجهلاء
جبکہ اس کے بیان کرنے کے لئے علم کا ہتھیار بھی — چاہیے جو جہلاء کی حجتوں میں شگاف ڈالدیتا ہے

قد شرقت فتن وسرت مغربا — طلب الحديث بمكة الزهراء
اب فتنے نزدیک آچکے ہیں اور میں مغرب یعنی — مکہ الزہراء میں طلب حدیث کے لئے چل پڑا ہوں

أعني بذلك اولي الحديث وحزبه — العاملين بهدية الوضاء
یعنی ان اہل الحدیث اور حزب الحدیث کی طلب — میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن سیرت پر عمل پیرا ہیں

❀❀ ❀❀❀

هذي حكاية حال اصحاب الهدى — في غمرة الاغراء والاغواء
یہ چمک دمک اور گمراہی کی مصیبت کے باوجود — ہدایت پر کاربند افراد کی حکایت ہے

يارب فاحفظهم وثبتهم ببصيرة — نصر الهدى والسنة البيضاء
اے میرے پروردگار ان کی حفاظت فرما اور — انہیں ہدایت کی نصرت اور روشن سنت پر

وارزقهم احياء هابصيرة — وارزقهم صبرا على الاحياء
ثابت قدم رکھ اور انہیں بصیرت کے ساتھ احیاء دین کی — اور احیاء دین کی راہ میں آنے والی مشکلات پر صبر کی توفیق عطاء فرما

واجعل لنا فيها نصيبنا وافرا — يارب وانصرنا على الاعداء

اورہمیں بھی اس میں وافر حصہ عطا فرما اے میرے پروردگار دشمنوں کے خلاف ہماری مدد فرما

أعداء سنة أحمد من بدلوا كدرا هدى المختار بعد صفاء

احمد علیہ السلام کی سنت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کو
دشمنوں کے خلاف جنہوں نے گھٹیا اشیاء سے بدل ڈالا

يارب وجعلنا من الناجين ان عاقبتهم بزعازع النكباء

اے میرے پروردگار ہمیں ان لوگوں میں شامل ہونے سے بچا جنہیں تو مصیبتوں کے ہچکولے دے گا

يارب احدى الحسنيين وعدتنا يارب واحشرنا مع السعداء

اے میرے پروردگار دو میں سے ایک اچھائی جس کا تونے ہم سے وعدہ کیا اے میرے
(یعنی دنیا یا آخرت کی اچھائی) پروردگار خوش نصیبوں کے ساتھ جمع فرما

آمين يارب العالمين وياارحم الراحمين

وتمت هذه الرسالة والحمد لله رب العالمين

جهيمان بن محمد العتيبي رحمہ اللہ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
website : http://www.muwahideen.tk
Email : info@muwahideen.tk